قارئین کو اسلامی سال نو 1428ھ مبارک

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

۲ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ ---- فروری ۲۰۰۷ء

ارشادگرامی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے

☆ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ تو خدا کی قسم! یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔ہاں! اگر باعزت طریقہ سے معاملہ فہمی مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے۔

☆ مجھے یزید کے پاس جانے دو' تا کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔ پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا خود فیصلہ کرے گا۔(البدایہ لابن کثیر ج ۸،ص ۱۷۰)......اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں دے دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب ہو' رائے قائم کرے گا۔(تاریخ الامم والملوک۔للطبری ج ۶' ص ۲۳۵)

☆سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے پختہ روایت ہے۔آپ نے کمانڈر کوفہ عمر بن سعدؓ سے فرمایا: میری تین باتوں میں سے ایک پسند کرلو:

(۱) یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں

(۲) یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا۔

(۳) یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کردو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔ پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا' وہی مجھے بھی مل جائے گا اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے پہنچے گی۔

(بحوالہ :الشافی مع التلخیص ص ۴۷۱ طبع ایران۔تصنیف السید ابی القاسم علی بن الحسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی الاوسط بن السبط سیدنا الحسین بن سیدنا علی بن ابی طالب علیہم الرضوان)

☆اے کاش! یہ شرائط نامہ طے ہوجاتا تو امت کو مظلومی حسین رضی اللہ عنہ کا روزِ غم دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور نہ ہی......یزید کے لیے سبّ وشتم اور لعن وطعن کا دروازہ کھلتا۔ بہرحال جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قول وعمل ہمارے لیے ایک دائمی درسِ عبرت وغیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ کی سچی پیروی نصیب فرمائیں۔آمین!

نورِ ہدایت

القرآن

اتحاد و اتفاق

''اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے، تو تم اسی پر چلنا اور اور رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔''

(انعام:۱۵۳)

الحدیث

فضیلتِ حسنین رضی اللہ عنہما

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
''جس شخص نے اِن دونوں (حسنؓ و حسینؓ) کے ساتھ محبت کی، اُس نے میرے ساتھ محبت کی۔ اور جس نے اِن کے ساتھ بغض وعناد رکھا، اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔''

(مشکوٰۃ، متفق علیہ۔ص ۵۶۸، ۵۶۹)

اعلائے کلمۃ الحق

''دنیا میں حق و صداقت کی آواز کبھی تاج و تخت یا ایوان و محل سے نہیں اٹھتی بلکہ ہمیشہ اس کا سرچشمہ ویران جنگلوں، چٹیل چٹانوں اور سنسان صحراؤں کے اندر رہا ہے اور یہ بھی اس شاہدِ عجائب پسند کا عجیب و غریب کرشمہ ہے کہ ہمیشہ شکستگی و افتادگی ہی کو محبوب رکھتا ہے۔ اپنا گھر بھی بناتا ہے تو ٹوٹے ہوئے زخمی دلوں میں، اپنی آواز بھی سناتا ہے تو کانٹے پڑے ہوئے خشک ہونٹوں کے ذریعے پھر اپنے حسن و جمال کی جلوہ گاہ بھی بنائے گا تو تاریک غاروں میں، شکستہ دیواروں اور پھٹی ہوئی چٹائیوں کو...... اگر وہ نہیں ہے تو آخر کون ہے جس کا ہاتھ گلیمِ فقر و مسکینی سے نکلتا ہے اور بادشاہوں کے تخت و تاج الٹ کر رکھ دیتا ہے۔ چند بے نوا فقیروں کو تھام لیتا ہے اور وہ لاکھوں دلوں کو دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کے تسلط سے نکال کر اس کے آگے سربسجود کرا لیتے ہیں۔''

(امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 18 شمارہ 2 محرم 1428ھ — فروری 2007ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد

سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

مولانا حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقاء فکر

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس میراں پوری

i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک	150 روپے
بیرون ملک	1500 روپے
فی شمارہ	15 روپے

ترسیل زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت

اکاؤنٹ نمبر 5278-1

یوبی ایل چوک مہربان ملتان

تشکیل

دل کی بات:	نیا سال، نئے استعماری منصوبے اور ہماری ذمہ داریاں	مدیر	2
ردّ قادیانیت:	جدہ میں ۱۰۰ قادیانی گرفتار	ادارہ	5
تاریخ و سیرت:	شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	مولانا سید ابوذر بخاریؒ	8
//	سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ	12
//	یزید اکابر اہل سنت کی نظر میں	ادارہ	16
دین و دانش:	دین اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	20
شاعری:	نعت رسول مقبول ﷺ	ڈاکٹر امتیاز احمد عباسی	25
//	بالآخر طے ہوا ہے (نظم)	عادل یزدانی	26
//	ماں	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	27
افکار:	عالمی سازش گر امن نہیں چاہتے	سید محمد معاویہ بخاری	28
//	مصباح ارم، جامعہ حفصہ اور مغربی دنیا کا حقیقی چہرہ	علامہ عبدالرشید غازی	32
//	عراق، صدام حسین کی موت کے بعد	اصغر عبداللہ	36
//	خطرے کی گھنٹی	سیف اللہ خالد	41
شخصیت:	پاکستانی مورخین اور مولانا ابوالکلام آزادؒ	ابوسلمان شاہجہانپوری	43
تحقیق:	چاند کب نظر آئے گا؟	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	48
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	50
اخبار الاحرار	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	51
حسن انتقاد:	تبصرۂ کتب	صبیح ہمدانی، محمد الیاس	60
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

ای میل ایڈریس

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

دل کی بات

نیا سال...... نئے استعماری منصوبے اور ہماری ذمہ داریاں

اسلامی سالِ نو ۱۴۲۸ھ اور عیسوی سال ۲۰۰۷ء تقریباً ۲۰ روز کے فرق سے طلوع ہو چکے ہیں۔ اسلام اور امتِ مسلمہ کی ازلی دشمن استعماری قوتیں حسبِ سابق نئی منصوبہ بندی کے ساتھ اپنی مسلم کش پالیسیوں پر گامزن ہیں۔

نائن الیون کے حادثہ کے بعد دہشت گردی کے خاتمے اور روشن خیالی کی ترویج کے نام نہاد ایجنڈے کو بنیاد بنا کر امریکہ نے مسلم ممالک کے خلاف ایک جارحانہ جنگ شروع کی اور مسٹر بش نے اسے ’’کروسیڈ وار‘‘ قرار دے کر لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا۔ عراق اور افغانستان میں آگ اور خون کا کھیل کھیلا۔ امن پسند اور مستحکم حکومتوں کو دہشت گرد اور شدت پسند قرار دے کر اُن کے تختے الٹے، افغانستان میں طالبان کی مثالی حکومت کو ختم کر کے کرزئی حکومت قائم کی مگر مُلّا عمر اور اسامہ ہزار کوششوں کے باوجود امریکہ کے ہاتھ نہ لگے۔ البتہ عراق میں اُسے صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ مردِ آہن صدام حسین اپنوں کی بے وفائی کے نتیجے میں گرفتار ہو گئے۔ صدام حسین کو پھانسی پر لٹکا کر ہارے ہوئے جواری مسٹر بش نے اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑنے کی ناکام کوشش کی۔ افغانی و عراقی عوام نے ظلم اور جبر کے خلاف بے مثال مزاحمت کا تسلسل قائم رکھ کر نئی تاریخ رقم کی۔ انہوں نے کوہِ استقامت بن کر ثابت کر دیا ہے کہ مستقبل انہی کا ہے۔ خصوصاً صدام حسین نے جس جرأت و پامردی کے ساتھ پھانسی کے پھندے کو گلے لگایا‘ وہ تاریخ کی تابندہ مثال ہے۔ انہوں نے عراقی عوام کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو ایک نیا حوصلہ اور ولولۂ تازہ عطاء کیا۔ اور ’’اللہ اکبر‘‘ کا نعرہ بلند کر کے حیاتِ جاوید کا پیغام دیا۔

وطن عزیز پاکستان کی صورتِ حال ہر محبِّ وطن کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور تشویش ناک ہے۔ ہمارے بادشاہ نے ایک ٹیلی فون کال پر جو یوٹرن لیا‘ اُس نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔ ملک کی نظریاتی بنیاد اور شناخت دونوں کو مرحلہ وار منہدم کیا گیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ دینی مدارس کے نظام پر قبضہ اور دینی نصاب کو روشن خیال بنانے کے منصوبے کو پوری قوت کے ساتھ مکمل کرنے کی سعی جاری ہے۔ مادر پدر آزادی، مخلوط معاشرے کا قیام، میراتھن ریس، بسنت اور ایسی ہی دیگر سرگرمیوں کی بزورِ قوت و قانون ترویج ہمارا ایجنڈہ نہیں بلکہ کروسیڈی بش کا منصوبہ ہے جسے دیسی حکمران مکمل کرنے میں مصروف ہیں۔ جب ہمارے بادشاہ نے پہلا ٹیلی فونک آرڈر قبول کر لیا تو اب اُن کو باقی تمام احکام بھی قبول کرنے پڑ رہے ہیں۔

افغانستان ہمارا بھائی اور بازو تھا‘ اب دشمن ہے۔ موجودہ امریکہ نواز حکمران حامد کرزئی پاکستان پر افغانستان

میں دراندازی اور دہشت گردی کرانے کے الزامات مسلسل لگا رہے ہیں۔ طالبان کی در پردہ امداد کا الزام اس پر مستزاد ہے اور حیرت یہ ہے کہ ان الزامات کو امریکہ کی حمایت بھی حاصل ہے۔ تمام تر وفاداری اور تعمیل ارشاد کے باوجود ہمارے حکمران امریکی اعتماد حاصل نہ کر سکے۔

امریکی نائب وزیر خارجہ (برائے جنوبی و وسطی ایشیاء) رچرڈ باؤچر نے اپنے تازہ بیان میں کہا ہے کہ '' پاکستان، بھارت اور افغانستان سے ہمارے تعلقات کی نوعیت مختلف ہے۔'' یعنی امریکہ ہر جگہ اپنا مفاد عزیز رکھتا ہے۔ اُسے پاکستان کی بقاو سلامتی سے کوئی غرض نہیں۔ اگر پاکستان کو نقصان پہنچانا اس کے مفاد میں ہے تو وہ بھارت اور افغانستان کو اس کے لیے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اس وقت ہمیں تقریباً ایسی ہی صورت حال کا سامنا ہے۔ پاکستان کے سرحدی علاقوں میں مسلسل کشیدگی اور جنگ امریکی پالیسی کا حصہ ہے۔ تا کہ خاکم بدہن وطن عزیز کے وجود کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا جا سکے۔

یہ انتہائی تشویش ناک بات ہے کہ جب بھی کوئی امریکی اہلکار کابل یا اسلام آباد کا رخ کرتا ہے تو اس کی آمد سے قبل پاکستان کے قبائلی علاقوں میں آپریشن شروع ہو جاتا ہے۔ گزشتہ سال کے آغاز جنوری ۲۰۰۶ء میں امریکی طیاروں نے باجوڑ کے علاقے ڈمہ ڈولا پر حملہ کر کے ۱۲؍ بے گناہ مسلمان شہید کیے۔ پھر نومبر میں باجوڑ ہی کے ایک دینی مدرسہ پر بمباری کر کے ۸۰ بے گناہ افراد کو شہید کیا۔ جن میں اکثریت معصوم طلباء کی تھی۔ چند روز بعد درگئی میں پاک فوج کے ایک کیمپ پر خودکش حملہ ہوا جس کے نتیجے میں تقریباً ۸۰ جوان شہید ہوئے۔ ہماری دانست میں پاک فوج پر حملہ بھی امریکی فورسز نے ہی کیا تھا۔ تا کہ اسے جوابی کارروائی قرار دے کر قبائلی عوام پر مزید ظلم وستم کا جواز پیدا کیا جائے۔ اب جنوری ۲۰۰۷ء میں وزیرستان کی ایک چیک پوسٹ پر نیٹو فورسز نے حملہ کر کے ایک پاکستانی فوجی شہید کر دیا۔ پاکستانی محکمہ خارجہ نے امریکہ و برطانیہ کے سفارت کاروں کو دفتر خارجہ میں طلب کر کے اس پر احتجاج بھی کیا ہے لیکن لاحاصل۔ نیٹو کے فوجی کمانڈر نے یہ کہہ کر سارا احتجاج تحلیل کر دیا کہ حملہ غلط فہمی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ تحقیقات جاری ہیں۔ ساتھ ہی وزیرستان میں پاک فوج کے ایک دستے پر خودکش حملہ کی خبر شائع ہوئی جس کے نتیجے میں ۴ جوان شہید ہو گئے۔

۲۶؍ جنوری ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل میں بھارتی یوم جمہوریہ کی تقریب سے چند گھنٹے قبل ایک خود کش حملے کے نتیجے میں حملہ آور اور سیکورٹی گارڈ ہلاک ہو گئے۔ یہ ایک جیسی کارروائیاں ایک ہی منصوبے کی کڑیاں ہیں جو ''عمل'' اور '' ردِ عمل'' کے عنوان سے کی جا رہی ہیں۔ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالمی استعمار نئے سال میں نئی منصوبہ بندی کے ساتھ کروسیڈ وار کو جاری رکھے گا۔

۲۰۰۷ء کو پاکستان میں بہ ظاہر الیکشن کا سال قرار دیا جا رہا ہے لیکن ہوگا وہی جو منظورِ امریکہ ہوگا۔ ایک طرف تو

امریکہ جمہوریت کا علمبردار بنتا ہے تو دوسری طرف اپنے مفادات کے لیے باوردی حکمرانوں کو بھی قبول کرتا ہے۔ رچرڈ باؤچر نے اپنے تازہ بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ ''مسٹر پرویز مشرف نے وردی سے دستبرداری کا وعدہ کیا ہے لیکن ہمیں انتخابات تک انتظار کرنا ہوگا'' ادھر ہمارے وزیر اطلاعات نے یہ در فنطنی چھوڑی ہے کہ ''ایک سال میں دو حج ہو سکتے ہیں تو ایک اسمبلی سے دو بار صدر کیوں منتخب نہیں ہوسکتا؟'' ہمارے پنجاب کے چودھری صاحبان کا فرمان ہے کہ ''باوردی صدر ملک کی اشد ضرورت ہے (حالانکہ یہ اُن کی ذاتی ضرورت ہے) اور ہم دس مرتبہ بھی پرویز مشرف کو صدر منتخب کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔'' ادھر حزب اختلاف کی تمام جماعتیں موجودہ حکومت کے خلاف کوئی مؤثر کردار ادا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن نے یہ بیان دے کر بات ہی ختم کر دی ہے کہ اس ملک میں دو ہی جماعتیں ہیں۔ آئی ایس آئی اور پیپلز پارٹی۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے رہنما سیاست میں جس کلچر کو رواج دے رہے ہیں' اس کے نتائج بھی ملک وقوم کے حق میں بہتر نہیں نکلیں گے۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ امریکہ کو جنرل پرویز کی مزید کتنی ضرورت ہے؟ لیکن یہ بات طے ہے کہ ہمیں پاکستان کی ضرورت ہے۔

جنرل پرویز کا حالیہ دورۂ عرب ممالک' مسئلہ فلسطین کے حل اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حوالے سے اُن کے پر جوش بیانات، مشرق وسطٰی کے لیے نئی امریکی پالیسی کا حصہ ہیں۔ ورنہ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہم مسئلہ کشمیر تو حل نہ کرا سکے اور مسئلہ فلسطین حل کرانے کے لیے ''بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ'' کے مصداق ملکوں ملکوں پھر رہے ہیں۔ سعودی اور امارات حکومتوں کی طرف سے قومی اعزازات کی بارش سے تو یہ مسائل حل نہیں ہوں گے۔ آل پارٹیز کانفرنس کے رہنما میر واعظ عمر فاروق کا حالیہ دورۂ پاکستان کس مشن کا حصہ ہے؟ انہوں نے کشمیر پر جنرل پرویز کے مؤقف کی حمایت کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کشمیر کی ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء والی پوزیشن کو بحال کیا جائے۔ ائر مارشل (ر) اصغر خان نے خوب تبصرہ کیا ہے کہ جس بھارت نے قائد اعظم کی رہائش گاہ پاکستان کو نہیں دی وہ کشمیر کیسے دے گا؟ بھارتی وزیر اعظم من موہن سنگھ تو امرتسر میں ناشتہ، لاہور میں لنچ اور کابل میں ڈنر کی باتیں کر رہے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے والوں نے عملی طور پر ''سب سے آخر پاکستان'' کا مظاہرہ کیا ہے۔ پاکستان ہماری ضرورت ہے۔ پاکستان کی بقاوسلامتی میں ہماری سلامتی مضمر ہے۔ اے کاش! حکمران سمجھیں اور سیاست دان غور کریں۔ قومی قیادت وسیادت کے منصب پر فائز حکمران اور سیاست دان اپنی ذمہ داری کی مسوس فرمائیں وہ جس حساس منصب پر براجمان ہیں' اُس کے تقاضے بھی پورے کریں۔ ورنہ تاریخ اُنہیں معاف نہیں کرے گی۔

☆☆☆

ادارہ

جدّہ میں ۱۰۰ قادیانی گرفتار

قادیانی حجازِ مقدس میں کفر کا پرچار کرتے رہے، خفیہ مراکز سیل، تفتیش کا دائرہ وسیع

گرفتار شدگان میں قادیانی جماعت جدّہ کا صدر ملک فضل بھی شامل

نیٹ ورک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں

تمام اسلامی ملک قادیانیوں کو کافر قرار دیں، شناختی کارڈ میں بھی مذہب کے کالم کا اجراء کریں

عرب ممالک میں قادیانیوں کے مراکز ختم کیے جائیں: دینی رہنما

چناب نگر (۱۰ر جنوری) سعودی وزارت داخلہ نے حج کے دوران قادیانی عقائد کی تبلیغ کے لیے دنیا بھر سے پہنچے ہوئے ۱۰۰ سے زائد قادیانی افراد کو گرفتار کرنے کے بعد جدہ اور دیگر مقامات پر قائم خفیہ قادیانی مراکز کو بھی سیل کر دیا ہے۔ گرفتار افراد میں قادیانی جماعت جدہ کا صدر بھی شامل ہے۔ گرفتار شدگان کو دوران حج سہولیات فراہم کرنے اور حجاز مقدس پہنچانے میں مدد فراہم کرنے والوں کے خلاف تحقیقات جاری ہیں۔ گرفتار شدگان میں پاکستان اور بھارت سمیت امریکہ، برطانیہ، جرمنی، کینیڈا اور دیگر مغربی وایشیائی ممالک کے قادیانی شامل ہیں۔ انتہائی باخبر ذرائع کے مطابق سعودی وزارت داخلہ نے کڑی نگرانی کے بعد حج کے دوران قادیانیت کی تبلیغ کرنے والے ۱۰۰ سے زائد اہم قادیانیوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے تفتیش جاری ہے۔ ذرائع کے مطابق گرفتار شدگان حج کے دوران دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں میں قادیانی عقائد کی تبلیغ کر کے انہیں مرتد بنا رہے تھے۔ جن افراد کو گرفتار کیا گیا ہے' ان میں قادیانی جماعت جدہ کا صدر ملک فضل بھی شامل ہے۔ ذرائع کے مطابق سعودی تفتیشی ادارے گرفتار قادیانیوں سے سعودی عرب میں قائم قادیانی نیٹ ورک کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں جبکہ ان افراد کو سعودی عرب پہنچنے کے لیے ویزا اور دیگر سہولیات بالخصوص سپانسر شپ فراہم کرنے والے افراد اور دوسروں کے بارے میں بھی تحقیقات ہو رہی ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ قادیانی جماعت ہر سال حج کے دوران مسلمانوں کے اجتماع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے اہم تربیت یافتہ افراد بھیجتی ہے۔ یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو قادیانی عقائد کی ترغیب دیتے ہیں اور انہیں اسلام چھوڑ کر قادیانیت قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ختم نبوت اکیڈمی لندن اور مؤتمر اسلامی سمیت دیگر اسلامی تنظیموں نے اس سال سعودی عرب کو پیشگی آگاہ کر دیا تھا کہ قادیانی افراد مختلف ممالک سے سعودی عرب پہنچ رہے ہیں۔ جس کے بعد سعودی وزارت داخلہ نے خصوصی نگرانی شروع کر دی تھی۔ ذرائع کے مطابق زیادہ تر گرفتار قادیانیوں کا تعلق

بھارت سے ہے۔تاہم ان میں پاکستانی قادیانیوں کی بھی بڑی تعداد شامل ہے۔جنہوں نے خودکو دستاویز میں احمدی ظاہر نہیں کیا تھا مگر وہ جدہ میں قائم خفیہ قادیانی مرکز میں اپنی غیر قانونی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ذرائع کے مطابق جدہ کے قادیانی مرکز کا سارا ریکارڈ کمپیوٹرسی ڈیز اور قادیانی لٹریچر بھی شامل ہے' حساس اداروں نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔مجلس احراراسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے اس واقعہ کونہایت اہم قرار دیتے ہوئے امید ظاہر کی ہے کہ سعودی حکومت' حرمین شریفین میں قادیانیوں کا داخلہ ناممکن بنادے گی۔انہوں نے کہا کہ قادیانی' اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔وہ حرمین شریفین میں داخل ہوکر ایک طرف تو مسلمانوں کے ارتداد کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسری طرف اسرائیل کے لیے جاسوسی کرتے ہیں۔دریں اثناء ختم نبوت اکیڈمی لندن کے سربراہ عالمی مبلغ ختم نبوت عبدالرحمٰن باوا نے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ قادیانی ہرسال حج کے موقع پر مسلمانوں کو اسلام سے تعلق توڑ کر قادیانیت قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔اس بار انہوں نے وسیع پیمانے پر اپنی سرگرمیاں شروع کی تھیں۔ہم نے اس ضمن میں سعودی حکومت سے مسلسل رابطہ رکھا جس کے بعد سعودی حکومت نے قادیانیت کی تبلیغ کرنے والے افراد کو گرفتار کیا۔

انہوں نے کہا کہ سعودی عرب میں قادیانیوں کا داخلہ منع ہے۔یہ لوگ ختم نبوت کے منکر اور اسلامی تعلیمات کے مخالف ہیں۔خودکو مسلمان ظاہر کرکے احرام باندھ کر یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خراب کررہے تھے۔سعودی حکومت کے اقدام کے بعد دیگر مسلم حکومتوں کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ بھی قادیانیوں کو ان کے اسلام دشمن عقائد کی بنیاد پر کافر قرار دیں۔مولانا سہیل باوا نے بتایا کہ ان کی سعودی حکومت کے اعلیٰ حکام سے بات ہوئی ہے اور انہوں نے یقین دلایا ہے کہ قادیانیوں کو سہولیات اور سپانسرشپ فراہم کرنے والے سعودی عرب میں مقیم افراد کے خلاف بھی کارروائی ہوگی۔انہوں نے کہا کہ وہ مؤتمر عالم اسلامی کے مرکزی قائدین سے بھی مسلسل رابطے میں ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ عرب ممالک میں قائم قادیانیوں کے خفیہ مراکز کوختم کیا جائے۔علاوہ ازیں تحریک ختم نبوت کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ نے روزنامہ ''جناح'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بہت حساس مسئلہ ہے کہ قادیانی گروہ حج کے موقع پر حرمین شریفین کی حدود میں داخل ہوں،شرعی طور پر اس کی گنجائش نہیں۔انہوں نے کہ مجلس احراراسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت اس سلسلہ میں سعودی حکام، رابطہ عالم اسلامی سے بھی رابطہ کرے گی۔انہوں نے مؤتمر عالم اسلامی کے پاکستانی مندوب راجہ محمد ظفر الحق سے بھی درخواست کی کہ وہ اس مسئلہ پر اپنا کردار ادا کریں۔احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد نے گلاسگو سے ایک بیان میں کہا ہے کہ غیر مسلموں کا حرمین شریفین میں داخلہ شرعاً جائز نہیں۔اس لیے حکومت سعودیہ کی ذمہ داری ہے کہ دنیا بھر سے قادیانیوں کا حرمین شریفین میں داخلہ روکنے کا اہتمام کرے۔مجلس احراراسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قادیانی پوری امت مسلمہ کے متفقہ فیصلے کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور وہ خود کو مسلمان ظاہر کرکے اسلام اور مسلمانوں کا مسلسل استحصال کررہے ہیں۔اسی بنا پر ہم

پاکستانی حکومت سے مسلسل مطالبہ کررہے ہیں کہ شناختی کارڈ میں بھی مذہب کے کالم کا اجراء کیا جائے۔ جامع مسجد احرار چناب نگر کے خطیب مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ زیرحراست قادیانیوں سے تفتیش کی جائے کہ سعودی عرب میں کہاں کہاں مزید قادیانی کام کررہے ہیں۔ یادرہے کہ اپریل ۱۹۷۴ء میں پورے عالم اسلام کی ۱۴۴ تنظیموں کے نمائندوں نے مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے ایک تاریخی اجتماع میں مرزائیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت، قرآنی آیات میں تحریف اور جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینے پر اس گروہ کو اسلام سے خارج قرار دیا تھا۔ رابطہ عالم اسلامی نے یہ بھی واضح کیا تھا کہ دنیا میں مساجد کے نام پر اسلام دشمن طاقتوں کی کفالت سے ارتداد کے اڈے، مدارس، سکولوں، یتیم خانوں اور امدادی کیمپوں کے نام پر غیرمسلم قوتوں کی مدد سے انہی کے مقاصد کی تکمیل اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تحریف شدہ نسخوں کی اشاعت کے پیش نظر ضروری ہے کہ قادیانیوں کو حرمین شریفین میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔ دریں اثناء احمدیہ جماعت کے پبلک افیئرز کے نگران محمود باجوہ نے اس حوالے سے کہا کہ ۴۵ قادیانیوں کو جدہ کے مرکز سے گرفتار کیا گیا۔ ہمارے پاس جو اطلاعات آئی ہیں اُن کے مطابق گرفتار شدگان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جو سراسر زیادتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جدہ کے مرکز پر چھاپہ اور گرفتاریاں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ ادھر معلوم ہوا ہے کہ قادیانی سربراہ مرزا مسرور نے اپنی جماعت کے شعبہ خارجی امور کے انچارج کو فوری ہدایات جاری کی ہیں کہ سعودی حکومت پر مغربی ممالک خصوصاً برطانوی حکومت کی جانب سے دباؤ ڈالا جائے کہ ان قادیانیوں پر مقدمہ نہ چلایا جائے بلکہ انہیں ملک بدر کیا جائے تا کہ وہ برطانیہ، جرمنی، کینیڈا اور امریکہ میں فوری پناہ حاصل کرسکیں۔ مزید براں احمدیہ جماعت کی ویب سائٹ کے مطابق مرزا مسرور احمد اس واقعہ سے بہت خوش ہیں کہ انہیں اس واقعہ کو قادیانیوں کی مظلومیت اور مرزائیوں کے ساتھ ناانصافی کے طور پر استعمال کرنے کا ایک اور ثبوت مل گیا ہے جبکہ مرزا مسرور نے جرمن حکام کو سب سے پہلے اس واقعہ کی اطلاع دے کر تمام ہمدردیاں حاصل کیں۔ اس واقعہ کے نتیجے میں ہندوستان اور پاکستان سے مزید احمدی مغربی ممالک کا رخ کریں گے اور آسانی سے آباد ہوسکیں گے۔

سالانہ خریدار متوجہ ہوں

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کردیا گیا ہے۔ اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کردی گئی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کر کے اگلے سال کی تجدید کرالیں۔ اکثر قارئین کا سالانہ زرِ تعاون دسمبر ۲۰۰۶ء میں ختم ہو چکا ہے' اس کے باوجود انہیں جنوری، فروری ۲۰۰۷ء کے شمارے ارسال کیے گئے ہیں۔ براہِ کرم اسی ماہ میں ہی اپنا سالانہ زرِ تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرمادیں۔ بصورت دیگر آئندہ شمارے کے لیے معذرت! (سرکولیشن منیجر)

افادات: مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: سید محمد کفیل بخاری

شہادتِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی انقلاب انگیز شہادت تاریخ اسلام کا ایک مسلّمہ اور مصدقہ واقعہ ہے۔ جس کے منفی اثرات سے اُمت قیامت تک کے لیے دو دھڑوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔ ان میں عقائد اور دین کے متعلق اتنا زبردست اختلاف اور بُعد پیدا ہو چکا ہے۔ جس کا ختم ہونا تو اب عملاً غیر ممکن ہے' اور کم ہونا بھی مشکل ترین معاملہ ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی قطعی اور یقینی امر ہے کہ آپ کی شہادت کا دردناک حادثۂ فاجعہ امیر یزید کے عہد خلافت اور عبید اللہ ابن زیاد کی گورنری کے دور میں محرم ۶۱ ہجری کے اندر پیش آیا۔ لیکن یہ مسئلہ کہ حُکامِ کوفہ کے ساتھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آخری گفتگو کے مطابق آپ کے اِرادہ میں کوفہ کے عوام کے حیرت انگیز سیاسی انقلاب کے باعث دمشق جا کر براہِ راست امیر یزید کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کا جو تغیّر پیدا ہوا تھا' اس کے بعد بھی آپ کی فطرت ونسبت کے خلاف اور متضاد مطالبہ منوانے کا بہانہ بنا لیا گیا۔ نتیجتاً آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نسبی اور روحانی تعلق کی بنا پر اپنی خداداد غیرت وحمیت اور عزیمت وشجاعت کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اپنی ہی جان قربان کر دی، بلکہ اپنے بھائیوں، بیٹوں اور بھتیجوں کو بھی شہید ہوتے ہوئے دیکھ کر خون کے گھونٹ پیئے اور اپنے دینی مؤقف پر کوہِ استقلال بن کر آخری سانس تک ثابت قدم رہے۔ جب آپ کے آفت ومصیبت اور درد وغم چشیدہ بقیہ اہلِ خانہ دمشق پہنچائے گئے تو حادثۂ کربلا کی تفصیلی روداد سن کر اور اس کے نتیجہ میں اس عظیم خاندان کے تباہ شدہ افراد کی حالت زار دیکھ کر امیر یزید نے قتلِ حسین کے حکم اور اس پر رضا مندی سے علانیہ برأت ظاہر کی تو اسی دور میں آپ کی شہادت کے حقیقی اور خفیہ اسباب ومحرِکات کے متعلق ایک عجیب ذہنی مخمصہ پیدا ہوا اور کچھ عرصہ بعد ایک مستقل اختلاف کی شکل اختیار کر گیا۔ حال آنکہ بہ ظاہر بالکل واضح اور یقینی طور پر معلوم ومسلّم ہے کہ آپ نے اپنے برادرِ بزرگ امام خامس وخلیفۂ راشد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے امام سادس وخلیفۂ عادل وراشد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ قبول کر کے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک صبر وتحمل کا ثبوت دیا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں امیر یزید کی جانشینی کی جو بیعت لے چکے تھے اُسے بھی برداشت کرتے رہے۔ لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے تمام دینی اور سیاسی عزائم مکمل طور پر ظاہر ہو گئے اور آپ نے اپنی عقل وفراست کے مطابق کوفہ وغیرہ کے حالات کا جائزہ لے کر وہاں پر موجود اپنے حامیوں کی دعوت قبول کر لی اور یزید کے خلاف انقلابِ حکومت وخلافت کے لیے بغیر کسی ظاہری ساز وسامان کے محض اہل کوفہ کی یقین دہانیوں پر اعتبار کر کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے کوفہ کے لیے مع اہل وعیال واعزّہ واقارب رختِ سفر باندھ لیا۔ لیکن صد افسوس کہ حالات ان کے اندازہ وخیالات اور عزائم ومقاصد کے بالکل برعکس پلٹا کھا گئے اور آپ نہایت بے کسی وبے چارگی کی حالت میں انتہائی بے جگری سے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جان کی بازی لگا کر جنت کو سدھار گئے۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اس حادثہ کے پس منظر اور حقیقی اسباب ومحرّکات کے متعلق شروع سے جو دو ذہنی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے بعد میں صدیوں تک بڑی شدت سے تاریخ پر اثر ڈالا' جو روایات کے اختلاف کے باعث اب تک سیرت وتاریخ کے ہر طالب علم کے لیے زبردست فکری خلجان اور ایسے حادثہ کے تجزیہ کے وقت سخت پریشانی کا موجب بنا رہتا ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کی معروف ترین اور جلیل القدر شخصیت، حجۃ الاسلام امام ''محمد غزالی'' رحمۃ اللہ علیہ سے امیر یزید کے اسلام واعمال اور قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں یزید کی ذمہ داری اور اس کے لیے دعاء مغفرت وغیرہ جیسے اہم اور خطرناک ترین مسئلہ کے متعلق ان کے ہم زمانہ ایک شافعی فقیہ ''عماد الدین ابو الحسن الکیاھراسی'' متوفی ۵۰۳ ہجری نے استفہام کیا تو امام موصوف نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں مشہور عوامی تصور کی تردید کرتے ہوئے حسبِ ذیل حیرت انگیز جواب دیا جو مشہور مؤرخ علّامہ ''ابن خلکان'' نے اپنی معروف کتاب ''وفَیاتُ الاَعیان'' میں نقل کیا ہے۔ امام غزالیؒ امیر یزید کے اسلام کی تائید وتصدیق کے بعد قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وَمَن زَعَمَ أَنَّ یَزِیْدَ اَمَرَ بِقَتْلِ الحُسَینِ أَورَضِیَ بِہٖ......فَیَنْبَغِی أَن یُّعْلَمَ بِہٖ غایَۃَالْحَمَاقَۃِ،فَاِ نَّ مَنْ قُتِلَ مِنَ الأَکَابِرِوَالْوُزَرَآءِ والسَّلَاطِینِ فِی عَصرِہٖ لَواَرَادَاَن یَّعْلَمَ حَقِیقَۃَ مِنَ الّذِی اَمَرَ بِقَتلِہٖ......وَمَنِ الّذِی رَضِیَ بِہٖ......وَمَنِ الّذِی کَرِھَہٗ لَمْ یَقدِرُ عَلیٰ ذٰلِکَ......وَاِنْ کَانَ الّذِی قَدْقُتِلَ فِی جَوَارِہٖ وَزَمَانِہٖ وَھُوَیُشَاھِدُہٗ،فَکَیْفَ لَو کَانَ فِی بَلَدٍ بَعِیْدٍ......وَزَمَنٍ قَدِیمٍ قَدِانْقَضیٰ......فَکَیْفَ یُعلَمُ ذٰلِکَ فِیمَاانْقَضیٰ عَلَیہِ قَرِیبٌ مِنْ أَرْبَعِمِائَۃِ سَنَۃٍ فِی مَکَانٍ بَعِیْدٍ......وَقَدْ تَطَرَّقَ التَّعَصُّبُ فِی الْوَاقِعَۃِ فَکَثُرَتْ فِیْھَا الأَحَادِیْثُ مِنَ الجَوَانِبِ فَھٰذا لاَمْرٌ لَا یُعْلَمُ حَقِیْقَتُہٗ اَصْلاً،وَاِذَا لَمْ یُعْرَفْ......وَجَبَ اِحْسَانُ الظَّنِّ بِکُلِّ مُسْلِمٍ(الی آخرہٖ)(وَفَیَا تُ الاعْیَان''لِاِبْنِ خلکان''-ج ا ،ص ۴۶۵،طبع مصر)

''جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا یا وہ آپ کے قتل پر راضی تھا؟ تو جاننا چاہیے کہ ایسا شخص پرلے درجہ کا احمق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے اکابر اور وزراء اور سلاطین جو اپنے اپنے زمانہ میں قتل ہوئے۔ اگر کوئی شخص اس بات کی حقیقت معلوم کرنا چاہے کہ اس کے قتل کا حکم کس نے دیا تھا اور کون اس پر راضی تھا؟ اور کس نے اس فعل کو ناپسند کیا؟ تو وہ آدمی اس کی حقیقت معلوم کرنے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکے گا اگر چہ یہ قتل اس کے پڑوس میں اور اس کے زمانہ میں اور اس کی موجودگی میں ہی کیوں نہ ہوا ہو۔ تو پھر اس واقعہ کی اصل حقیقت تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے جو دور کے شہر میں اور قدیم زمانہ میں ہوا ہو......؟ تو پھر اس واقعۂ کربلاء کی اصل حقیقت کا کیسے پتا چل سکتا ہے؟ جس پر (امام غزالیؒ کے زمانہ تک) چار سو برس کی طویل مدّت دور دراز مقام میں گزر چکی ہو......اور پھر یہ بھی مسلّم ہو کہ اس واقعہ کے بارہ میں (روافض کی طرف سے) تعصب کا راستہ اختیار کیا گیا ہو......جس کی وجہ سے مختلف فرقہ جات کی طرف سے اس کے متعلق بہ کثرت روایات بیان کی گئی ہوں۔ اور جب حقیقت حال تعصب اور مخلوط ومتفرق روایات کے باعث معلوم نہیں ہو سکتی تو پھر ہر مسلمان کے متعلق جب تک قرائن موجود ہوں تو اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا واجب ہے۔''

(اداریہ ''الاحرار'' لاہور محرم ۱۴۱۸ھ مطابق اگست ۱۹۸۸ء شمارہ ۹/۱۰ جلد ۱۸)

یزید ابن معاویہؓ کے متعلق سیدنا حسینؓ کا تأثر:

ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ یزید سے متعلق کیا تأثر ہے؟ یزید کے متعلق میرا تو کوئی تأثر نہیں۔ البتہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تأثر یہ ہے کہ وہ اسے مسلمان سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: ''اگر وہ میری بات سن کر مان لے تو میں اس کی ''بیعت'' کرنے کو تیار ہوں۔'' لہٰذا میرا اپنا کوئی تأثر نہیں نہ میں نے یزید کو دیکھا' نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سمیت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کے بعد دمشق جا کر اس کے ساتھ نمازیں بھی پڑھیں اور اکٹھے کھانا بھی کھایا۔ یزید ان کے ہاتھ بھی دھلاتا تھا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ پھر ۵۲ھ کے ذوالقعدہ میں قسطنطنیہ کے میدان میں قائد لشکر ہونے کی وجہ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے پیچھے نمازیں بھی پڑھیں۔ اس غزوہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عبداللہ ابن عمر بھی تھے اور عبداللہ ابن زبیر بھی تھے، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور بہت سے جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ ان سب نے ۵۲ھ کے معرکۂ قسطنطنیہ میں فوجی کمانڈر یزید کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور جب اسی میدان میں میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو شرعی ضابطہ اور مسنون عمل کے مطابق امیر جیش یزید نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا۔ تمام صحابہ سمیت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی یزید کی قیادت میں شرکتِ جہاد کی طرح اس کی امامت میں نماز جنازہ بھی ادا کی تھی۔ بہرکیف وہ کلمہ گو تھا، مسلمان تھا۔ کریکٹر ہم نے نہیں دیکھا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ نہیں کہا جو لوگ کہتے ہیں' یا کچھ مولوی اور ذاکر کہتے ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم میں اپنے اپنے باپ کی وجہ سے اختلاف ہے۔ وہ دونوں لڑے تھے' اب ہم دونوں کی لڑائی ختم ہو سکتی ہے۔ وہ میری شرائط مان لے' مجھ سے وہ گفتگو کر لے تو اَضَعُ یَدِی فِی یَدِہٖ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے ''بیعت'' کرنے کو بھی تیار ہوں!'' اس وقت کوفہ کا گورنر عبیداللہ ابن زیاد تھا۔ سیدنا علی علیہ السلام کی ایک بیوی محترمہ ام البنین رحمۃ اللہ علیہا کے بھائی اور کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے علم بردار، اور وفادار وفداء کار ماں سے سوتیلے بھائی جناب عباس کے حقیقی ماموں حضرت ذوالجوشن ضبائی صحابی رضی اللہ عنہ کا بیٹا شمر جو بدبختی سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مخالف ودشمن اور ابن زیاد کا مشیر ومعاون خصوصی بنا ہوا تھا اور بعد میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل ہو کر جہنم کا خریدار بن گیا تھا۔ اس شمر کے بھڑکانے سے ابن زیاد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تین بہترین شرائط ماننے سے منکر ہوا۔ نفسانیت وشیطنت کی تکمیل اور اپنے حسد وبغض کی تسکین کے لیے یزید کے حقیقی منشاء اور حکم کے خلاف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے اپنے ہاتھ پر غیر مشروط بیعت کے مطالبہ پر اڑ گیا۔ اس نے کہا کہ میں یزید کا نمائندہ ہوں۔ اس لیے بجائے دمشق جا کر یزید سے خود معاملہ طے کرنے کے یہیں میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ تو اس پر جواباً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاللّٰہِ لَنْ یَّکُوْنَ ھٰذَا - اِلَّا بَعْدَ الْمَوْتِ ''یہ نہیں ہو سکتا' تیری یہ حیثیت نہیں ہے کہ ''لونڈی بچے اور ذلیل لوگ'' مجھ سے غلط مطالبہ کر کے غیر مشروط بیعت لیں یہ بات میرے جیتے جی اور چپ چاپ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہاں! میرے مرنے اور قتل ہو جانے کے بعد تم میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لے کر سمجھ لو کہ میں نے بیعت کر لی ہے؟ تو یہ ہو سکتا ہے۔ تم اس سے میری گفتگو کراؤ' وہ میری بات اور شرائط مان لے۔ ورنہ یزید کی خاطر تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔'' اس واقعہ کا حاصل تو سارا اتنا

ہی ہے باقی سب لفاظی سبائیوں رافضیوں کی عجمی ڈرامائی داستان ہے اور کچھ نہیں!

(اقتباس خطاب: جام پور ۲۴؍رجب المرجب ۱۴۱۰ھ ۲۹؍مئی ۱۹۸۱ء مطبوعہ: ''الاحرار'' ش ۱، ۲، ج ۱۰، رمضان ۱۴۱۰ھ۔اپریل ۱۹۹۰ء)

آخر میں شہیدِ غیرت، مظلوم کربلا سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کا ارشادِ گرامی اور مشہور تین شرائط مطالعہ فرمائیں جو آپ نے ابن زیاد کے سامنے پیش فرمائیں۔امامِ تاریخ وسیرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے مصدقہ تاریخی حوالوں سے مرتب کر کے انہیں مسلسل شائع کیا۔سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا یہ ارشادِ گرامی واقعہ کربلا کے اسباب اور سازش کو سمجھنے اور تاریخ کی مکذوبہ روایات کی دبیز تہوں سے اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے قولِ فیصل اور برہانِ قاطع ہے۔

ارشادِ گرامی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے

☆　ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ تو خدا کی قسم! یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔ہاں! اگر باعزت طریقہ سے معاملہ فہمی مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے۔

☆　مجھے یزید کے پاس جانے دو، تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا خود فیصلہ کرے گا۔(البدایہ لابن کثیر ج ۸، ص ۱۷۰)

......اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں دے دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب ہو رائے قائم کرے گا۔(تاریخ الامم والملوک۔للطبری ج ۶، ص ۲۳۵)

☆　سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے پختہ روایت ہے۔آپ نے کمانڈر کوفہ عمر بن سعدؓ سے فرمایا: میری تین باتوں میں سے ایک پسند کر لو:

(۱)　یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں

(۲)　یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا۔

(۳)　یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے پہنچے گی۔

(بحوالہ: الشافی مع التلخیص ص ۴۷۱ طبع ایران۔تصنیف السید ابی القاسم علی بن الحسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی الاوسط بن السبط سیدنا الحسین بن سیدنا علی بن ابی طالب علیہم الرضوان)

☆　اے کاش! یہ شرائط نامہ طے ہو جاتا تو امت کو مظلومی حسین رضی اللہ عنہ کا روزِ غم دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور نہ ہی...... یزید کے لیے سبّ وشتم اور لعن وطعن کا دروازہ کھلتا۔بہرحال جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قول وعمل ہمارے لیے ایک دائمی درسِ عبرت وغیرت ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ کی سچی پیروی نصیب فرمائیں۔آمین!

شہیدِ غیرت
مظلومِ کربلا
ریحانۃ النبی

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جماعتِ صحابہؓ........ دانائے سبل، فخر الرسل، مولائے کُل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الٰہی، کلام، کلام الٰہی اور عمل منتہائے ربی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہؓ کی جماعت گراں مایہ میں فکر ونظر اور شعور واحساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امتِ رسول ﷺ کے لیے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔ نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نور نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ ورضوانہ علیہ بھی اسی جماعتِ صحابہؓ کے فرد فرید اور لُولُوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔ اور اس سے اس ارشادِ نبوی کی صداقت پر ایمان قوی ہوجاتا ہے کہ جماعت صحابہ کا ہر ہر فرد قیامت تک امت رسول کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ وہ سب آسمان نبوت کے روشن ستارے ہیں۔ وہ سب مومنین کاملین ہیں۔ صحابہ کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے کلام اللہ میں دی۔ منافقت اور ایمان کی راہیں متضاد اور جدا جدا ہیں۔ بعض لوگ منافقت کا روپ دھار کر صحابہ کی جماعت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی منافقت واضح کر دی۔ حضور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن منافقین کا نام لے لے کر انہیں اپنی جماعت سے باہر نکال دیا تھا۔ اس فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی رسول کے ایمان میں شک کا اظہار بجائے خود منافقت ہے۔

سیدنا حسینؓ......! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنھوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا.......

''یا اللہ! جو حسینؓ سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسینؓ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیّتِ زمانی حاصل ہے۔ آپ براہِ راست فیضانِ رسول حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام ومرتبہ اور اجلال واکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز ومحور ہے۔

سیدنا حسینؓ کا واقعہ شہادت' منافقین عجم کے سازشی فکر وفلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسینؓ سے دین کی روح عمل سمجھ میں آجاتی ہے اور غیرت وحمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسینؓ نے جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیب تن کی، وہاں انہوں نے منافقین عجم کے اس گروہِ خبیث کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جوان

کے ناناﷺ کے دین کے درپے آزار ہوکر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق کی گہری سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہو کر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدارِ کسریٰ کے ملیامیٹ ہوجانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دو نمایاں عناصر کو ایک حبشی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباء جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسینؓ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ منافقوں نے سیدنا حسینؓ کو خط لکھا کہ ''حسینؓ! تجھ کو مبارک ہو معاویہ مر گیا!'' سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسینؓ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آیئے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسینؓ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسینؓ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے جناب مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہِ راست شریک اور ملوث تھے، انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسینؓ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہوجائے گی اور مفاہمت ہوجائے گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسینؓ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے''۔ سیدنا حسینؓ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؓ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ''تاریخ ابن کثیر''، ''تاریخ طبری'' اور شیعہ کی مشہور کتاب ''الشافی'' میں کچھ یوں مرقوم و مرتسم ہیں:

> ''میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کرے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی، وہی مجھے بھی پہنچے گی (''الشافی'' ص ۷۱)

یہی وہ تین شرائط ہیں جو اہل سنت کے لیے فیصلے کا معیار ہیں۔ اصل مجرموں کی شناخت کے لیے بھی یہیں سے

حقیقی بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی قصے، کہانی اور افسانے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

جو لوگ آج آلِ رسول اور اہل بیت رسول علیہم السلام کی محبتوں کا واسطہ دے کر حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھا رہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ان کی ساری خرمستیاں' سبائی دولت، اشتری حیلوں، حکیمی تجبر اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔یہود و مجوس کی ساری تگ و دو اس نکتہ پر مرتکز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کر دیئے جائیں۔میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے پے در پے دوچار ہونے والے اعداءِ رسول و اعداءِ اصحاب رسول کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، ضمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاءِ ترکیبی ہیں۔جس کا دردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمانؓ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

''بندگی بوتراب'' کا نعرہ سرزمینِ عجم کو اسی لیے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہو چکی تھی۔جہاں بندگیٔ طاقت و دولت آئین ہائے کہنہ و نو کے متن واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خبیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لیے سازگاری ہی سازگاری تھی۔چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اور امت محمدیہ کی ابدی شوکت وسطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آلِ رسول علیہم الرضوان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کربلا مقتل گاہِ آلِ رسول بنادی گئی۔سبطِ رسول شہید کر دیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا ،ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدر اوّل میں اپنی جانکاہ ہزیمتوں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہؓ اور اسوۂ و آثار اصحابِ رسول علیہم الرضوان اس ناقابل تسخیر قلعہ کی فصیلیں ہوگئی ہیں۔جب تک دنیا قائم ہے' سیدنا حسینؓ کا نام گونجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرامؓ) کا نام بھی تا ابد تابندہ رہے گا۔

حادثۂ کربلا کا تعلق عقائد سے نہیں تاریخ سے ہے۔عقیدہ کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔بعض لوگوں نے تاریخ کی بنیاد پر عقیدہ گھڑ لیا ہے۔جو یقیناً جہالت اور گمراہی ہے۔تاریخ کی تمام کتابوں میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے نہ تو اپنی بیعت کا مطالبہ کیا اور نہ ہی یزید کی خلافت کو کہیں غلط کہا۔مدینہ، مکہ اور کربلا تک کسی ایک مقام پر آپ کے کسی خطبے میں یزید کے خلاف کوئی چارج شیٹ نہیں۔کوفہ کے سبائی منافقوں کے خطوط کی بنیاد پر آپ نے اصلاحِ احوال کے لیے سفر کا آغاز کیا ۔آپ کو سفر کوفہ سے روکنے والوں میں عبداللہ بن عباس (چچا) عبداللہ بن جعفر طیار (تایازاد اور یزید کے سسر) عبداللہ بن عمر (بھانجا)، محمد بن علی حنفیہ (بھائی) عبداللہ بن زبیر جیسے آپ کے قریبی رشتہ دار اور عظیم لوگ تھے لیکن آپ نے اپنے فیصلہ میں تبدیلی نہ فرمائی۔ابن زیاد اور شمر سیدنا حسین کے قتل میں براہِ راست ملوث و مجرم ہیں۔شہادتِ حسینؓ کے بعد سیدنا زین العابدین اور سیدہ سکینہؒ یزید کے گھر رہے۔یزید نے قسم کھا کر قتل حسینؓ سے برأت کا بیان دیا اور سیدنا زین العابدین نے یزید کا بیان صفائی قبول کیا۔یہاں تک کہ یزید نے انہیں ہدایہ اور مال اسباب دے کر محافظوں کے ساتھ اُن کی خواہش کے

مطابق مدینہ منورہ روانہ کیا۔ سیدنا زین العابدین ۹۵ھ تک حیات رہے۔ انہوں نے یزید کی وفات کے بعد بھی ۳۵ سال تک اس کے خلاف ایک جملہ نہیں فرمایا۔ تب تو وہ کسی جبر کا شکار نہیں تھے۔ جبکہ ابن زیاد اور شمر بھی قتل ہو چکے تھے۔ سیدنا زین العابدین حادثۂ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور اُن کی کوئی گواہی یزید کے خلاف نہیں۔ جبکہ مذکورہ بالا حضرات یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

سانحہ کربلا کے سلسلے میں اہل سنت کا اجماعی موقف یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ٹھیک اسی طرح دھوکہ دیا گیا جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دے کر شہید کیا گیا۔ اس سانحۂ عظیم اور حادثۂ فاجعہ کو سمجھنے اور حقیقی سازشی کرداروں سے آگاہی کے لیے شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے محرکات اور اسباب وعوامل کو جانچنا اور مجرموں کو پہچانا ضروری ہے۔ اس سازش کا مرکزی کردار یہودی النسل عبداللہ ابن سباء منافق تھا۔ اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم پر قتل کیا گیا۔ اسی کی سبائی تحریک کے افراد نے سیدنا علی، سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص پر رمضان ۴۰ھ میں بیک وقت فجر کی نماز کے وقت قاتلانہ حملہ کیا۔ سیدنا علی شہید ہوئے۔ سیدنا معاویہ زخمی ہوئے اور عمرو بن عاص بچ گئے کہ اس روز وہ مسجد میں تشریف نہ لائے۔ اُن کی جگہ خارجہ بن حذیفہ نماز پڑھا رہے تھے اور وہ شہید ہو گئے۔

سیدنا حسینؓ نے اپنے خطبہ میں خود فرمایا کہ ’’میرے گروہ کے افراد نے مجھے دھوکہ دیا‘‘ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کوفی دھوکہ بازوں، منافقوں اور سبائی تحریک کی سازش کا شکار ہوئے۔ انہوں نے مکہ سے ثعلبیہ تک کا سفر اصلاحِ احوال کے لیے فرمایا۔ سازش عیاں ہونے پر ثعلبیہ سے کوفہ کی بجائے شام کا رخ اختیار کیا۔ یوں کربلا کا سفر‘ سفر قصاصِ مسلم بن عقیل ہے۔ کربلا میں آپ نے فرمایا: ’’میں اصلاحِ احوال کے لیے آیا ہوں‘‘ پھر تین شرائط مفاہمت کی پیشکش ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تو یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔ بحیثیت صحابی رسول وہ اپنے اجتہاد پر قائم رہنے یا اس سے رجوع کرنے کا حق رکھتے تھے کہ مجتہد دونوں صورتوں میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ، ثعلبیہ اور کربلا تینوں مقامات پر جوں جوں صورتحال آپ پر واضح ہوتی گئی‘ آپ کا اجتہادی موقف بھی بدلتا رہا۔ اور سازشی کردار بھی واضح ہوتے چلے گئے۔ کربلا میں یقیناً ظلم ہوا۔ اس ظلم میں ملوث سازشی ناقابل معافی ہیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا زین العابدینؒ کا مؤقف برحق ہے۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

ابن الحسن عباسی
مدیر ماہنامہ ''وفاق المدارس'' ملتان

اپنی ذمہ داریوں کا احساس

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے کسی شخص نے یزید کے متعلق دریافت کیا کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت نے جواب دیا کہ اس شخص کے لیے جائز ہے جسے یقین ہو کہ وہ یزید سے بہتر ہو کر مرے گا۔ سائل نے کہا: یہ مرنے سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: بس مرنے کے بعد جائز ہوگا۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا: یزید کی مغفرت ہوگی یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''یزید سے پہلے اپنی مغفرت کی فکر کرو۔''

خطیب الہند حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: ''مردے سنتے ہیں یا نہیں؟'' حضرت نے سوال کو طرح دے کر ایک اہم ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ''بھائی! ہماری بات تو زندہ بھی نہیں سنتے تم مردوں کی بات کرتے ہو''

امام شافعی رحمہ اللہ سے اہل صفین کے بارے میں پوچھا گیا۔ امام نے فرمایا:

''ہمارے ہاتھ جب ان کے خون سے محفوظ رہے، ہم اپنی زبانوں کو کیوں ان میں رنگیں کریں۔''

دوسروں کو اپنے حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرنا یا ان سے اپنے جائز حقوق کے مطالبات منوانا بلاشبہ درست ہے اور ہر ایک کو اس کا استحقاق حاصل ہے لیکن اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ مطالبہ کرنے والا خود اس پر نظر دوڑائے کہ کیا وہ اپنے ذمہ کے حقوق وواجبات بھی ادا کر رہا ہے؟ وہ صرف مانگنے کے بجائے کچھ دے بھی رہا ہے؟ وہ معاشرے کے بگاڑ کا حصہ بن کر، بگاڑ کی فریاد کر رہا ہے یا عضو صالح بن کر فساد کی طرف متوجہ کر رہا ہے؟ کسی مستشرق نے کہا تھا: ''مشرقی رویوں کا المیہ یہ ہے کہ ہر آدمی خود کو تباہی کے جوہڑ میں اتر کر اوروں کو احساس دلاتا ہے اور اپنے بار کو اپنے دوش پر اٹھانے کا بہت کم لوگوں کو احساس ہوتا ہے۔'' یہ رویہ شریعت کے مزاج کے برعکس ہے۔ قرآنی تعلیم تو یہ ہے: ''مومنو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ.....'' اس کا حاصل یہی ہے کہ اصلاح کی فکر اور اصلاح کا آغاز خود سے کرنا چاہیے...... مغرب کی دنیوی ترقیوں کا ایک راز یہ بھی ہے کہ اس نے اسلامی تعلیم کے کئی زریں معاشرتی اصولوں کو اپنایا، اس نے فرد میں ملی اور انفرادی ذمہ داریوں کو اجاگر کیا۔ اپنے ملک وملت کے حوالے سے اس کے احساس کو زندہ کیا اور تربیت کا ایسا نظام وضع کیا جس میں ڈھل کر فرد کے اندر ملک وملت سے محبت لینے کے ساتھ ساتھ معاشرے کو کچھ دینے کی فکر، قانون کی پاسداری اور ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دینے کا رویہ پروان چڑھ جاتا ہے۔

جب تک ہم اپنے اندر انفرادی اور ملی ذمہ داریوں کا احساس اجاگر نہیں کریں گے، ذاتی خواہشات کو قومی مفادات پر قربان نہیں کریں گے، ملک وملت سے حقوق مانگنے اور وصول کرنے کے ساتھ انہیں ان کے حقوق دینے کی سعی نہیں کریں گے۔ دوسروں کی اصلاح کے نعروں کے ساتھ اپنی اصلاح، اپنی کوتاہیوں کی درستگی کی فکر نہیں کریں گے۔ اس وقت تک ہمارا معاشرہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ہم قوموں کی دوڑتی ہوئی زندگی میں بحیثیت ملک وملت کوئی بلند مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ ان احساسات کے ساتھ پوری قوم کی تربیت ہوگی تو آگے بڑھنے کی راہیں کھلیں گی۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''وفاق المدارس'' ملتان۔ جمادی الاوّل ۱۴۲۶ھ۔ جون ۲۰۰۵ء)

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری (مہاجر مدنی) رحمۃ اللہ علیہ
خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

یزید پر لعنت کا مسئلہ

بہت سے لوگ روافض سے متاثر ہوکر یزید پر لعنت کرتے ہیں۔ بھلا اہل سنت کو روافض سے متاثر ہونے کی کیا ضرورت؟ ان کو اسلامی اصول پر چلنا چاہیے۔ روافض کے مذہب کی تو بنیاد ہی اس پر ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہیں اور یزید اور اس کے لشکر پر لعنت کریں' قرآن کی تحریف کے قائل ہوں اور متعہ کیا کریں۔ اور جب اہل سنت میں پھنس جائیں تو تقیہ کے داؤ پیچ کو استعمال کر کے اپنے عقیدہ کے خلاف سب کچھ کہہ دیں۔ بھلا اہل سنت ان کی کیا ریس کر سکتے ہیں۔ اہل سنت اپنے اصول پر قائم رہیں جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ ان ہی اصول میں سے یہ ہے کہ لعنت صرف اس پر کی جاسکتی ہے جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو۔ یزید اور اس کے اعوان وانصار کا کفر پر مرنا کیسے یقینی ہو گیا جس کی وجہ سے لعنت جائز ہو جائے؟

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اوّل یہ سوال اٹھایا ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے یا نہیں؟ اس کی وجہ سے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے یا قتل کا حکم دینے والا ہے۔ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس کا حکم دیا یہ بالکل ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یزید پر لعنت کرنا تو درکنار یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی مسلمان کو گناہِ کبیرہ کی طرف بغیر تحقیق کے منسوب کرنا جائز نہیں۔ نیز امام غزالیؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مخصوص کر کے یعنی نام لے کر افراد واشخاص پر لعنت کرنا بڑا خطرہ ہے۔ اس سے پرہیز لازم ہے اور جس پر لعنت کرنا جائز ہو' اس پر لعنت کرنے سے سکوت اختیار کرنا کوئی گناہ اور مؤاخذہ کی چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ابلیس پر لعنت نہ کرے' اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ چہ جائیکہ دوسروں پر لعنت کرنے سے خاموشی اختیار کرنے میں کچھ حرج ہو۔ پھر فرمایا **فالاشتغال بذکر الله اولیٰ فان لم یکن ففی السکوت سلامه** یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا اولیٰ اور افضل ہے۔ اگر ذکر اللہ میں مشغول نہ ہو تو پھر خاموشی میں سلامتی ہے (کیونکہ لعنت نہ کرنے میں کوئی خطرہ نہیں اور نام لے کر کسی پر لعنت کردی تو یہ پُر خطر ہے کیونکہ وہ لعنت کا مستحق نہ ہوا تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آئے گی۔ پھر کسی حدیث میں مستحقِ لعنت پر لعنت کرنے کا کوئی ثواب وارد نہیں ہوا۔ اس لیے لعنت کے الفاظ زبان پر لانے سے کوئی فائدہ نہیں)۔

(''زبان کی حفاظت'' مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ)

حسب الحکم: حضرتِ اقدس، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، برکۃ العصر، مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: ''مکتبہ خلیل'' یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ ص ۷۵، ۷۶

ناشر: ''دارالاشاعت'' اردو بازار کراچی۔ ص ۷۲، ۷۳

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالستار رحمہ اللہ
(سابق صدر مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان)

مسلکِ اہل سنت والجماعت

(''خیر الفتاویٰ'' جامعہ خیر المدارس ملتان کی روشنی میں) (۱)

سوال...... یزید کو بعض کافر کہتے ہیں بعض فاسق وفاجر۔ صحیح رائے کیا ہے؟
جواب...... یزید کے بارے میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں لیکن اس کے کفر پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم یزید نے دیا تھا یا نہیں......؟ آپ کی شہادت سے اس کو خوشی ہوئی تھی یا رنج......؟
اس کے بارے میں دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں۔ حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ محتاط پہلو اختیار کریں۔

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ جلد اوّل۔ ص ۴۹۰)
(مہتمم جامعہ خیر المدارس) بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

(۲)

اگر ملوکیت سے مراد ولی عہد بنانا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ولی عہد مقرر فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ حضرات کے لئے یہ معاملہ سپرد فرمایا۔ اسی طرح پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد ولی عہدی سپرد فرمائی (کما فی البدایہ) لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات سے یہ جگہ خالی ہوگی تو یزید کو ولی عہد مقرر کیا گیا پس یہ تو ایسی قابلِ ملامت بات نہیں۔

بادشاہی کوئی حرام چیز نہیں۔ قرآن کریم میں ہے ''**ابعث لنا ملکاً نقاتل فی سبیل الله**'' (سورۃ البقرۃ) ''**وجعلکم ملوکاً**'' (المائدہ) یزید کے لئے ظالم، جابر، فاسق، ملعون وغیرہ صفات کا اثبات بھی محل نظر ہے۔ خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں تو قطعاً یزید ایسا نہ تھا۔ (خیر الفتاویٰ جلد ۱، ص ۴۸۴)

بندہ مفتی عبدالستار عفا اللہ عنہ
(مفتی خیر المدارس، ملتان۔ ۱۴/۷/۱۳۹۹ھ)

حضرت مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
سابق صدر مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان

یزید کے بارے میں عادلانہ رائے (۳)

اہلِ سنت کا طریق، راہِ اعتدال کو اختیار کرنا ہے۔ نہ تو یزید پر لعنت کی جائے نہ ہی برا بھلا کہا جائے اور نہ سب وشتم کیا جائے۔ نہ ہی یہ کوشش کی جائے کہ اسے اپنے مرتبے سے بڑھا کر خلیفۂ راشد قرار دیا جائے اور نہ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہا جائے اور نہ ان کی تنقیص کی جائے۔ جیسا کہ بعض لوگ شیعہ کے خلاف ضد میں آکر کہہ جاتے ہیں۔ سلامتی کی بات یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں جو اختلافات ہوئے ان کو موضوعِ بحث نہ بنایا جائے اور نہ ہی ان میں کوئی رائے زنی کی جائے۔

محمد عبداللہ غفرلہ
(خیر الفتاویٰ، جلد اوّل، ص ۱۳۵)

شہیدِ ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق نائب امیر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت۔ پاکستان
سابق مدیر ماہنامہ ''بینات''۔ بنوری ٹاؤن، کراچی

یزید اور مسلک اہلِ سنت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں:
۱......کیا یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قریبی عزیز تھے یا نہیں؟
۲......کیا یزید پر لعنت جائز ہے؟
۳......جو امام، یزید پر لعنت بھیجنے سے منع کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے مستفید فرمائیں
بندہ فضل قیوم

جواب:
۱......یزید کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خاندان میں رشتہ داری تھی۔
(یزید کی اہلیہ سیدہ اُمّ محمد، سیدنا جعفر طیار کی پوتی، سیدنا عبداللہ بن جعفر کی بیٹی اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بھتیجی تھیں)
۲......اہلِ سنت کے نزدیک یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں۔
یہ رافضیوں کا شعار ہے، قصیدہ بدالامالی جو اہل سنت کے عقائد میں ہے اس کا شعر ہے:

ولم یلعن یزیداً بعد موتِ
سوی المکثار فی الاعزاء غال

اسکی شرح میں علامہ علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ یزید پر سلف میں سے کسی نے لعنت نہیں کی۔ سوائے رافضیوں، خارجیوں اور بعض معتزلہ کے جنہوں نے فضول گوئی میں مبالغہ سے کام لیا ہے اور اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

''فلاشک ان السکوت اسلم، واللہ اعلم''

اس لیے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نہ تو یزید پر لعنت کی جائے نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مدح وتوصیف کی جائے۔
۳......جو امام یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتا ہے وہ اہلِ سنت کے صحیح عقیدہ پر ہے اور اس کے پیچھے نماز بلاشبہ صحیح ہے۔ جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ اہل سنت کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی۔ شمارہ اگست ۱۹۸۱ء، ص ۶۲،۶۳)

☆☆☆

پروفیسر خالد شبیر احمد
ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

دینِ اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ

آج کل ہمارے ملک میں عورتوں کے تحفظ کا واویلا اپنے عروج پر ہے۔ یکا یک ایک مخلوق آسمان سے نازل ہوگئی ہے۔ جس کو اس بات کا شدت کے ساتھ احساس ہے کہ ہمارے ملک میں صرف عورت ہی مظلومیت کا شکار ہے۔ باقی سب کچھ درست اور صحیح، کہیں اور ظلم وستم نہیں ہو رہا۔ معاشرہ امن وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے۔ ہر ایک اپنے سیاسی اور معاشی حالات سے انتہائی خوش وخرم ہے اور اگر کہیں پر گڑ بڑ ہے تو صرف اور صرف عورتوں کے حوالے سے ہی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بھی اُسی سازش کی ایک کڑی ہے۔ جس کے تحت ملک کو ہر لحاظ سے ایک بے دین معاشرے میں تبدیل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا گیا ہے۔ یا پھر عورتوں کو بزعم خویش خوش کر کے اُن سے ووٹوں کی بھیک مانگنا اس موجودہ شور وغم کا مقصدِ عظیم ہے۔ گویا کہ نیت میں فتور ہے اور اُس فتور کی بے برکتی سے پورے ملک کے عوام ایک عجیب وغریب کیفیت میں مبتلا ہیں:

یاں تو ہر اک شخص کا چہرہ ہے زرد زرد
اس اجنبی سے شہر کی آب و ہوا ہے اور
کیسے یقین کر لوں میں حالاتِ شہر پر
نیت ہوا کی اور ہے شورِ ہوا ہے اور

آیئے! آپ کو بتائیں کہ دینِ اسلام میں عورت کا کیا مقام ومرتبہ ہے اور یہ لوگ عورت کو کہاں لے کر جا رہے ہیں۔ جس غرض کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اُس سے ہر ذی شعور پوری طرح سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ اس شور وغل کی اصل غرض وغایت کیا ہے۔ سورۃ روم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اللہ نے تمہارے لیے خود تمہیں میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اُن کے پاس سکون حاصل کرو اور اُس نے تمہارے درمیان مودّت اور رحمت رکھ دی ہے۔'' (الروم:۲۱)

اس آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کے درمیان محبت، پیار اور تعاون کا تعلق ضروری قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ عملی زندگی میں ایک دوسرے کے راز دار بننے والے ہیں، جو ایک دوسرے کے غم اور راحت کے ساتھی ہیں۔ ان کے درمیان ویسی ہی وابستگی ہونی چاہیے' جو لباس اور جسم کے درمیان ہے۔ یہ پیار اور محبت اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسلام بنیادی طور پر ایک سماجی دین ہے جو ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جو ہر لحاظ سے پاکیزہ، منظم اور پر امن ہو۔ معاشرے میں خاندان ایک بنیادی اکائی ہے۔ جو عورت اور مرد کے جائز تعلقات پر قائم ہوتا ہے۔ اگر عورت اور مرد کے درمیان موَدّت اور رحمت کا تعلق استوار نہیں ہوتا تو پورے معاشرے میں نہ تو امن قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی معاشرتی زندگی کو احسن طور پر آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''پوری دنیا متاع ہے اور بہترین متاع نیک عورت ہے۔'' (مسلم)

جس دین میں نیک عورت کو بہترین متاع قرار دیا گیا ہو‘اس دین میں عورت کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔اس کا اندازہ لگانا مشکل امر نہیں ہے۔ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دنیا کی چیزوں میں میرے دل میں عورت اور خوشبو کی محبت ڈالی گئی ہے۔اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا۔'' (کتاب نسائی عشرہ النساء)

حضور اکرم ﷺ تاریخ انسانیت میں وہ پہلے پیغمبر ہیں جنہوں نے معاشرے میں عورت کے تقدس اور احترام کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔آپ کے ہاں ایسی تعلیمات موجود ہیں جس سے عورت کا تقدس اور احترام واضح طور پر ابھرتا ہے۔اس جدید دور میں تو آزادیٔ نسواں کی بات عورت کی ذلت اور رسوائی پر آ کر ختم ہو جاتی ہے۔جو کچھ حضور اکرم ﷺ نے عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔اُس نے انسانی افکار و کردار کا رُخ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موڑ دیا ہے۔اس میدان میں اسلام نے اتنا عظیم انقلاب برپا کیا ہے جس کی مثال تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔اسلام نے نہ صرف عورت اور مرد دونوں کی ذہنی صلاحیتوں میں انقلاب برپا کیا بلکہ معاشرے میں عورت کے تقدس واحترام،اُس کی عصمت و عفت کو برقرار رکھنے کے لیے قواعد و ضوابط ترتیب دیئے۔عورت میں عزتِ نفس اور اعتماد پیدا کرنے کے لیے معاشرے کے اندر عورت کے معاشی و معاشرتی حقوق متعین کیے۔صرف متعین ہی نہیں کیے بلکہ حضور اکرم ﷺ نے اس پر خود عمل کیا اور دوسروں سے بھی عمل کروایا۔

اسلام نے عورت اور مرد کو انسان ہونے کی حیثیت میں برابر کا درجہ دیا۔اپنی تعلیمات سے دنیا کو بتایا کہ عورت بھی ویسی ہی انسان ہے جس طرح مرد۔سورۃ نساء میں ارشاد ہے: ''اللہ نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا اور جنس سے جوڑے کو پیدا کیا۔'' پھر اسی سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

''اور مرد جیسے عمل کریں گے اُس کا پھل وہ پائیں گے اور عورتیں جیسے عمل کریں گی اُس کا پھل وہ پائیں گی۔'' (النساء:۳۲)

''جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت مگر ہوں ایمان دار تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر رتی بھر ظلم نہ ہوگا۔'' (النساء:۱۲۴)

سورۃ بقرہ میں عورت کے حقوق کی اس طرح نشان دہی کی گئی ہے: ''عورت پر جیسے فرائض ہیں ویسے ہی اس کے حقوق بھی ہیں۔''

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ انسانی نکتہ نگاہ سے مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے یا مرد عورت سے بڑا ہے۔مرد عورت کا محتاج اور دستِ نگر ہے اور عورت مرد کی محتاج اور دست نگر۔جو کسی دوسرے کا محتاج ہو‘اُس کا کسی سے بڑا ہونا مضحکہ خیز بات ہے۔سب سے بڑا وہی ہے جو کسی کا محتاج و دست نگر نہیں ہے۔عورت اور مرد باہمی تعاون کے مستحق ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ہی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہونا ہے۔اُنہیں ایک دوسرے کو سمجھ کر ایک ساتھ چلنا ہے اور اپنی منزل تک پہنچنا ہے۔منزل دونوں کی ایک ہے کہ اپنے قول و فعل سے اپنی سرگرمیوں اور اپنے افعال و کردار سے خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہر وہ کام کرنا جس کا حکم ثابت ہو اور ہر اُس کام سے پرہیز اور علیحدگی اختیار کرنا جس سے منع کر دیا گیا ہو۔اسلام چونکہ ایک منظّم معاشرے کے قیام پر زور دیتا ہے۔اس لیے یہ بات ضروری تھی کہ عائلی

زندگی اور خاندانی معاملات کواحسن طور پر آگے بڑھانے کے لیے نیز ان میں نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے مرد جسے قدرت نے بہتر انتظامی صلاحیتیں عطاء فرمائی ہیں کہ عورت پر فوقیت دی جاتی تا کہ مرد کی قیادت میں ایک ڈسپلن کے تحت معاشرے کی تنظیم کو مکمل کیا جاتا۔ اس لیے مرد کو بعض ایسی ہی مصلحتوں کے تحت عورت پر قوام بنایا۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

''مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ اس فضیلت کی بناپر جو اللہ نے ان میں سے ایک دوسرے پر عطا کی ہے اور اس بناپر جو اِن پر (مہر ونفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

لیکن مرد کی اس فوقیت کے باوجود اُسے تنبیہ بھی کی جارہی ہے کہ دیکھنا یہ نہ سمجھ لینا کہ جو تمہارے جی میں آئے کرتے پھرو۔ تم اپنے ہر معاملے اور ہر کام میں اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے خدا کے سامنے جواب دہ ہو:

''مرد اپنے بچوں پر حکمران ہے اور اپنی رعیت میں اپنے عمل پر وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔'' (بخاری۔ کتاب النکاح)

جہاں مرد اپنی بیوی بچوں کے معاملات میں خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔ وہیں پر عورت بھی اپنے معاملات اور اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔ اسلام نے خاندانی معاملات میں جہاں مرد کی حیثیت کو متعین کیا ہے اور اُسے انتظامی اور مالی معاملات میں عورت پر فوقیت دی ہے' وہیں پر عورت کو بھی گھر کی ملکہ کہہ کر اُسے عائلی زندگی میں ایک نمایاں حیثیت دی ہے۔

''عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہ حکومت کے دائرے میں اپنے عمل کے لیے جواب دہ ہے۔''

(بخاری۔ قوا انفسکم و اھلیکم)

ان تعلیمات کی روشنی میں دیکھیے کہ تقسیم کار کرتے ہوئے دونوں کو الگ الگ نوعیت کے فرائض سونپے گئے ہیں۔ جن کو سرانجام دینے کے لیے عورت اور مرد دونوں کو اختیارات بھی دیئے گئے ہیں اور اختیارات دینے کے بعد انہیں خدا کے سامنے جواب دہ ہونے کی بابت بھی بتایا جارہا ہے۔ تا کہ دونوں میں سے کوئی بھی اپنے اختیارات سے تجاوز نہ کرسکے اور یوں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ہمدردی، پیار، محبت کی فضا میں خدا کی خوشنودی (جو کہ ہر مسلمان کا انفرادی اور اجتماعی نصب العین ہے) کے لیے اسلامی معاشرے کے اندر کام ہوتا رہے۔

ان حقائق سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اسلام میں عورت اور مرد انسان ہونے کے ناتے سے برابر ہیں۔ البتہ کام کی نوعیت مختلف ہے اور معاشرہ کو منظّم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے بیرونی معاملات میں مرد کو اگر فضیلت حاصل ہے تو گھریلو معاملات میں یہی حیثیت خود عورت کی بھی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے عورت میں اعتماد پیدا کرنے کے لیے اُسے کئی نوعیت کے حقوق سے نوازا ہے۔ اسلام' معاشرے میں اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ عورت مرد کے اختیارات کے غلط استعمال کی زد میں نہ آئے۔ مرد کو اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے روک دیا گیا ہے۔ تا کہ وہ ظلم کی حدوں تک نہ پہنچنے پائے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر میاں بیوی کے تعلقات کا لونڈی اور آقا کے تعلقات میں تبدیل ہونے کا خدشہ موجود ہے۔ جو اسلام نہ ہی پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام نے عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائے ہیں' جن سے فائدہ اٹھا کر عورت خاص حدود میں رہتے ہوئے معاشرے میں اپنی صلاحیتوں کو اگر چاہے تو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ

اجاگر کر سکتی ہے ے۔معاشی یا معاشرتی زندگی میں اپنے حصے کا کام سرانجام دے کر عورت تعمیر تمدن و تعمیر ثقافت میں بہتر کردار ادا کر سکتی ہے۔لیکن اس سارے عمل میں اسلام دو باتوں کا خاص خیال رکھتا ہے۔ایک یہ کہ معاشرتی نظم و نسق متاثر نہ ہونے پائے ۔دوسرے عورت جو کچھ بھی کرے عورت کی حیثیت میں کرے' اُسے مرد بننے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔عورت کی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے ازدواجی زندگی کو متاثر کیے بغیر اسلامی معاشرے میں عورت بہت کچھ کر سکتی ہے مگر مرد نہیں بن سکتی۔

اسلام نے عوت کو حقِ میراث میں شریک کر کے جہاں معاشرے میں اس کی عزت اور توقیر میں اضافہ کیا ہے۔ وہیں اس کی معاشی حالت میں بھی استحکام پیدا کیا ہے۔اس کے علاوہ کوئی دوسرا نظام یا مذہب ایسا نہیں ہے جس نے عورت کی معاشی حالت کو مضبوط بنانے کی کوشش کی ہو۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو آج جو تہذیب عورت کی آزادی کی چیمپئن بنتی ہے۔ اُس نے عورت کو عورت کی حیثیت سے نہیں بلکہ اُسے مرد بنا کر دولت سمیٹنے کی ایک ایسی راہ دکھائی ہے جس نے عورت کی معاشرتی زندگی کے سکھ اور چین کو داؤ پر لگا دیا ہے۔عورت کو کمانے والا فرد تو بنا دیا لیکن عورت کو عورت کی حیثیت میں کوئی مدد بہم نہ پہنچائی۔جیسے کہ اسلام میں عورت خواہ کتنی ہی رئیس کیوں نہ ہو'اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اُس کے خاوند پر عائد ہوتی ہے۔عورت کو خاوند کی طرف سے مہر کی رقم اس کے علاوہ ملتی ہے۔عورت کو اپنے باپ،اپنے شوہر سے اور اپنی اولاد کی طرف سے مہر کی رقم اس کے علاوہ ملتی ہے۔عورت کو اپنے باپ،اپنے شوہر سے اور اپنی اولاد کی طرف سے جو مال حاصل ہوتا ہے۔ اس کی وہ واحد مالک ہے۔یہ سب کچھ اس لیے عورت کو مہیا کیا گیا کہ اُسے معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خاوند کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نہ دیکھنا پڑے۔اگر اسلام کے ہاں عورت کی معاشی تگ و دو اُس کا مرکزی اور بنیادی فریضہ ہوتا تو اس طریقے سے اُس کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش ہرگز نہ کی جاتی۔یہ سب کچھ عورت کو اسلام کی طرف سے اس لیے مہیا کیا گیا کہ مشکل وقت میں عورت کو دربدر کی ٹھوکریں نہ کھانا پڑیں اور نامساعد حالات میں بھی معاشی تفکرات سے آزاد ہو کر اپنی زندگی کے دن بسر کر سکے۔ایک اور بات جس سے اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت و اہمیت واضح ہوتی ہے' وہ عورت کا وہ حق ہے جس کے ذریعے وہ اپنے شوہر کا انتخاب کرتی ہے۔اسلام نے عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب کا پورا حق عطا کیا ہے۔اس کی مرضی کے خلاف کوئی شخص اس سے نکاح نہیں کر سکتا اور اگر عورت اپنی مرضی سے کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہے تو اُسے روکا نہیں جا سکتا۔اس کے علاوہ اگر عورت کو اس کا خاوند تنگ کرتا ہے یا پھر وہ نا کارہ اور نااہل ہے یا پھر عورت پر ظلم و ستم کرتا ہے تو اسلام عورت کو ایسے بدکردار فرد سے نجات دلانے کے لیے اُسے خلع فسخ یا تفریق کے اختیارات بھی دیتا ہے۔خاوند کے لیے واضح احکامات جاری کیے گئے ہیں کہ وہ عورت پر ظلم نہ کرے۔ بلکہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔اس کی ضروریات کو پورا کرے۔قرآن میں کہیں اگر یہ ارشاد ہے کہ عورتوں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرو۔کہیں پر یہ حکم بھی ہے کہ آپس کے تعلقات میں فیاضی کو مت بھول جاؤ۔

حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

''تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ لطف و مہربانی کا سلوک کرتے ہیں۔''

اگر کوئی شخص فرمانِ نبوت کے مطابق عورت سے اچھا سلوک نہیں کرتا تو ایسی صورت میں اسلام عورت کو اس بات کا پورا حق مہیا کرتا ہے کہ وہ قانون کو استعمال میں لا کر چھٹکارا حاصل کر لے۔ اسلام مطلقہ عورت کو عقدِ ثانی کا بھی حق دیتا ہے۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات میں بھی اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان مساوات کو برقرار رکھا تا کہ معاشرے میں پوری انسانیت کا تحفظ کا بہتر طور پر اہتمام ہو سکے اور قانون میں کوئی ایسا سقم نہ رہنے پائے جس سے معاشرتی زندگی متاثر ہو۔ عورتوں کی تعلیم کا اہتمام جس سنجیدگی کے ساتھ اسلامی معاشرے میں ہوتا ہے۔ اس کی کہیں دوسری جگہ کوئی مثال نہیں ہے وہ اس لیے کہ عورت ہی فرد کی ابتدائی استاد ہے۔ عورت کا جاہل رہ جانا اسلام کو کسی طور بھی قبول نہیں۔ بچے کی ابتدائی درس وتدریس اور اخلاقی تربیت چونکہ ماں کے سپرد ہے۔ اسی لیے عورت کا زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونا اسلامی نقطۂ نگاہ سے نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم بے معنی ہے۔ اگر اس سے پہلے ماں کی تعلیم اور اخلاقی تربیت بچے کو حاصل نہ ہو۔ میرے خیال میں اسلامی معاشرے میں عورت کی یہی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ جو اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی، جب تک عورت کی تمام توجہ اس کے گھر کے اندرونی معاملات پر نہ ہو۔ اسی میں پردے کی حکمت پوشیدہ ہے۔ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمان عورت اسلام کے اصول پر عمل پیرا ہو کر اپنی تمام تر توجہ اپنی اولاد کی تربیت اور اخلاقی نگہداشت پر دیتی رہی۔ اسلامی معاشرہ اپنے صحیح خدوخال کے ساتھ قائم ودائم رہا۔ جب سے ہم نے یہ کام چھوڑ کر یورپ کی نقالی کرتے ہوئے عورت کو گھر سے باہر لانے کی تحریک شروع کر رکھی ہے۔ ہمارا معاشرہ اخلاقی طور پر روبہ انحطاط ہوتا جا رہا ہے۔

اس وقت ہمارے ملک میں یہ تحریک اپنے پورے عروج پر ہے اور یہ تحریک اس لیے بھی عورت کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے کہ اس تحریک کی زد میں آ کر یہ عورت وہ عورت نہیں رہے گی جس کے قدموں تلے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جنت ہوتی ہے۔ یا پھر جس کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد دینی تعلیمات کے مطابق ایک فرد پر لازم کر دی گئی ہے۔

ڈاکٹر امتیاز احمد عباسی

نعت رسولِ مقبول ﷺ

ہے محبت ، محبت ، محمد محمد
اور رحمت ہی رحمت محمد محمد

وہ سبب جس سے خلقت نے پایا وجود
وہ غایت ہے غایت محمد محمد

سعدیہ تیرے ناقہ کو کیا ہو گیا
یہ برکت ہے برکت محمد محمد

جبرئیلِ امیں راہ میں رہ گئے
کیسی رفعت ہے رفعت محمد محمد

پاک کر دے تعصب سے انسان کو
وہ حکمت ہے حکمت محمد محمد

سامنے جس کے باطل ہوا سرنگوں
وہ قوت ہے قوت محمد محمد

ان کے دربار میں عیب آ نہ سکا
صرف مدحت ہے مدحت محمد محمد

گونجتا ہے جو ہر دم اذاں میں جہاں میں
کیسی شہرت ہے شہرت محمد محمد

جو اکیلا کھڑا سب کو للکار دے
یہ جرأت ہے جرأت محمد محمد

ایک ہی صاحب قاب قوسین ہوا ہے
کیسی ندرت ہے ندرت محمد محمد

نسبتیں ساری محشر میں عنقا ہوئیں
میری نسبت ہے نسبت محمد محمد

☆☆☆

عادل یزدانی

بالآخر طے ہوا ہے

بالآخر طے ہوا ہے
کہ وہ سارا قضیہ جس کا اب تک کوئی مثبت حل نہیں نکلا
اُسے اپنا قضیہ ہی سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں
یہ بہتر حل کی جانب
یقیناً ایک بامعنی و بامقصد اور اچھی پیش رفت ہوگی
یہ پس رفتی ہماری
(عوام الناس کی خاطر جسے ہم پیش رفتی ہی کہیں گے)
ہمارے کل کی ضامن ہے
بدلتے دور کے سارے تقاضوں کے مطابق ہے
ہم ایسے زیرک و دانا
خطا پر ہو نہیں سکتے
درست ہوتے ہیں سارے فیصلے اپنے
سو دیرینہ قضیوں کے
ہم ایسے چٹکیوں میں حل نکالیں گے
کہ دنیا ششدر و حیران رہ جائے
ہمیں حاصل ہے امریکی حمایت بھی
سیاست دان جتنے نَیب سے بالغَیب ڈرتے ہیں
ہمارے حاشیہ بردار ہیں سارے
بڑی مضبوط ہے کرسی ہماری
نچا سکتے ہیں پوری قوم کو ہم انگلیوں پہ
سو ہم جو بھی کہیں گے، جو کریں گے
بہر صورت درست ہوگا

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

ماں

''ماں کی دعائیں ہر وقت بچے کی حفاظت کرتی ہیں۔ ہمیشہ رہنے والا رشتہ صرف ماں ہے۔ خوبصورت بچوں کی بھیڑ میں' ایک حبشن ماں کو بھی اپنا ہی بچہ زیادہ پیارا لگتا ہے۔ ماں کی فریاد عرش ہلا کے رکھ دیتی ہے۔ بچہ بیمار ہو تو ماں کو آدابِ دعا خود بخود ہی آجاتے ہیں۔ ماں دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔ ماں کا مقدس چہرہ' بچے کے لیے کل کائنات ہے۔ عورت بنیادی طور پر ایک ماں ہے۔ ماں باپ میں بڑا درجہ ماں کا ہے۔ ماں ہمارے ہر دکھ کا مداوا ہے۔ ماں پریشان ہو تو کائنات بے چین ہو جاتی ہے۔ اولاد کا رونا' ماں کی زندگی کا سب سے زیادہ تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے۔ ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ اُس کے بچے کی تکلیف اُسے لگ جائے مگر اُس کے بچے کو کچھ نہ ہو۔ جس گھر میں ماں کا احترام ہوتا ہے' وہ گھر رحمتوں کا گہوارہ ہے۔''

قارئین کرام! ایسے ہی خوبصورت خیالات سے متاثر ہو کر' اس آزاد نظم میں ماں کے حضور حرفِ تحسین پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مائیں بے چاری
غم کی ماری
بچوں کے دکھ
سہتے سہتے
رگِ حیات کو
بل دیتی ہیں
ہنستے ہنستے
چل دیتی ہیں
ماں کا نافرمان جو بیٹا
جلتا ہے اک آگ کی صورت

اُس کی شہرت، اُس کی عزت
دب جاتی ہے جھاگ کی صورت
اُسی سے مانگو، اُسی کو سو رو
وہ اَن داتا، سب کا داتا
لیکن وہ بھی ہاں نہیں کرتا
جب تک ہاں کرے نہ ماتا
پکی سچی بات ہے یارو!
حق بھی اُس کے ساتھ ہے یارو!
خوش حالی کا محور ماں ہے
ورنہ ہر اک بات میں ناں ہے

سید محمد معاویہ بخاری

عالمی سازش گر امن نہیں چاہتے

یہ اکتوبر ۲۰۰۶ء کے آخری عشرہ کی بات ہے کہ پاکستانی حکام کو امریکی نائب وزیر خارجہ برائے جنوبی ایشیاء ''رچرڈ باؤچر'' کے دورۂ پاکستان کی اطلاع دی گئی تھی اور یہی وہ دن تھے جب شمالی وجنوبی وزیرستان میں درپیش ناخوشگوار حالات کو بہتر بنانے کے لیے امن معاہدے کی کوششیں بھی کی جارہی تھیں۔ قبائلی عوام کو مقامی عمائدین کے ذریعہ پیغام دیا جارہا تھا کہ حکومت ان سے بہتر تعلقات کی خواہاں ہے۔ جو کچھ ہو چکا اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کی جائے گی، فوجی ایکشن آئندہ نہیں ہوں گے، جان و مال کے نقصان کی تلافی کے لیے زراعانت پیش کیا جائے گا۔ حکومتی شرائط صرف یہ ہیں کہ جنگجو عناصر پرامن رہنے کے ساتھ ساتھ پولیٹیکل انتظامیہ سے تعاون کرتے ہوئے ایسی تمام سرگرمیاں روک دیں گے جو ملک کی بدنامی اور تصادم کا باعث بن رہی ہیں۔ غیر ملکی لوگ اگر موجود ہوں تو انہیں بھی اسی ضابطہ کا پابند بنایا جائے بصورت دیگر خود قبائلی عوام اور عمائدین ان کے خلاف کارروائی کے ذمہ دار ہوں گے۔ اگر اس معاہدے پر عمل درآمد کو یقینی بنایا گیا تو حکومت کی جانب سے بھی ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جائے گا۔

ذرائع ابلاغ کی رپورٹیں گواہ ہیں کہ بعد ازاں خود حکومتی عہدیداروں نے اعتراف کیا کہ جنوبی وشمالی وزیرستان کے معاہدے نہایت کامیاب رہے ہیں اور اس طرح کے مزید معاہدے کرکے قبائلی عوام وعمائدین کے تعاون سے ملکی حالات کو بہتر بنالیا جائے گا۔ دوسری طرف افغانستان میں طالبان کے ہاتھوں ہزیمت اٹھاتی' اتحادی افواج اور کرزئی انتظامیہ کی بے بسی اپنی جگہ قابل دید تھی اور افغان صدر اپنی کمزوری ولاچاری کا بوجھ کسی پر ڈال کر بری الذمہ ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ ''رچرڈ باؤچر'' کے دورۂ پاکستان سے قبل ہی حامد کرزئی نے ہذیان بکنا شروع کردیا۔ امن معاہدوں کو افغانستان کے خلاف آئی ایس آئی کی سازش قرار دے دیا گیا۔ حامد کرزئی کے اشتعال انگیز بیانات کا تدارک کرنے کے لیے صدر مملکت پرویز مشرف وزیراعظم شوکت عزیز اور وزیر خارجہ خورشید قصوری نے اپنے تئیں پوری وضاحت سے ان معاہدوں کی تفصیلات عالمی میڈیا کے سامنے پیش کیں۔ امریکی انتظامیہ سمیت پوری دنیا کو یقین دلایا گیا کہ یہ معاہدے مشروط ہیں۔ اگر جنگجو عناصر کسی بھی قسم کی تخریبی کارروائیاں کریں گے تو حکومت بھی اس کا جواب پوری قوت سے دے گی لیکن عالمی سازش گروں نے بساط کے مہرے اس مہارت سے چلے تھے کہ پاکستانی حکومت کے وضاحتی بیانات کو پرکاہ بھی نہ سمجھا گیا۔ حتیٰ کہ امریکی انتظامیہ کی جانب سے یہ وارننگ موصول ہوگئی کہ فوجی ایکشن دوبارہ شروع کیا جائے ورنہ......نومبر ۲۰۰۶ء میں ''رچرڈ باؤچر'' کا یہ دورہ شمالی علاقہ جات کی سیاحت کے لئے نہیں تھا بلکہ امریکی حکام اپنے احکامات پر عملدرآمد کو بچشم خود دیکھنے کے خواہش مند تھے اور امن معاہدوں کے حوالے سے ان کا نقطۂ نظر بھی حامد کرزئی سے مختلف

نہیں تھا۔ انہیں افغان صدر کی اس بات سے کلی اتفاق تھا کہ پاکستان دہشت گردوں کے خلاف جتنے اقدامات بھی کر رہا ہے۔ وہ محض چند دھمکی آمیز کارروائیوں پر مشتمل ہیں اور اندرونِ خانہ پاکستانی قیادت ایسے عناصر کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کیے ہوئے ہے۔ حامد کرزئی نے آئی ایس آئی کے چند سابق سربراہان کا نام لے کر الزام عائد کیا تھا کہ یہ لوگ آج بھی پوری طرح متحرک ہیں اور آئی ایس آئی میں گہرا رسوخ رکھنے کے سبب جنگجوؤں کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کو غیر مؤثر بنا رہے ہیں۔ اس مضحکہ خیز الزام کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نیٹو افواج کے سربراہ نے پاکستان کا دورہ کر کے اپنے تحفظات سے جنرل پرویز مشرف کو آگاہ کیا تھا۔ جبکہ امریکی و برطانوی قیادت نے بھی افغانستان کی بگڑتی صورتحال کے تناظر میں اس الزام کو محض الزام خیال نہیں کیا بلکہ حکم صادر ہوا کہ کچھ ضرور کیا جائے۔ چنانچہ اس غلط تأثر کو زائل کرنے اور ''رچرڈ باؤچر'' کے ماتھے پر بننے والی سوالیہ شکنوں کا حجم کم کرنے کے لیے فوری کارنامہ سرانجام دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

۳۰؍اکتوبر کو باجوڑ کے علاقہ میں ایک مدرسہ کو دہشت گردوں کا مسکن قرار دے کر ٹارگٹ بنایا گیا۔ اس حملہ میں ۸۳ افراد لقمۂ اجل بن گئے جن میں کئی معصوم بچے بھی شامل تھے۔ میڈیا پر اس کارروائی کے حوالہ سے متضاد اطلاعات پیش کی جاتی رہیں۔ پاک فوج کے ترجمان کے مطابق دہشت گردوں کے بارے میں انٹیلی جنس رپورٹس کی تصدیق کے بعد ہی یہ کارروائی عمل میں لائی گئی تھی۔ ترجمان کے بقول یہ ایک ٹریننگ کیمپ تھا جس میں شرپسند عناصر دہشت گردی بالخصوص خودکش حملوں کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ اس المناک واقعہ کے رونما ہونے کے ٹھیک ایک ہفتہ بعد ۷؍نومبر ۲۰۰۶ء کو ''رچرڈ باؤچر'' نے صدر مشرف سے ملاقات کی تھی۔ ۸؍نومبر ۲۰۰۶ء کو امریکی نائب وزیر خارجہ کا جو بیان اخبارات میں شائع ہوا' اس کے من وعن الفاظ یہ ہیں کہ ''رچرڈ باؤچر'' نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ قبائلی علاقوں میں امن معاہدے کیے جائیں۔ اور یہ کہ باجوڑ جیسے واقعات سے امریکہ کے خلاف نفرت میں اضافہ پر ہمیں تشویش ہے۔ (روزنامہ 'اسلام' ۸؍نومبر ۲۰۰۶ء)

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ امریکی عہدیدار اپنے بیانات پر قائم نہیں رہتے۔ اعلیٰ سطحی مذاکرات میں کیا کچھ طے کیا جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیلات معاملات کی حساسیت کے پیش نظر سامنے نہیں لائی جاتیں لیکن مشترکہ بیانات میں جو کچھ ہنستے مسکراتے بتایا جاتا ہے۔ کیا وہ جھوٹ اور مذاق ہوتا ہے؟ اگر ۷؍نومبر ۲۰۰۶ء میں ''رچرڈ باؤچر'' کے بقول امن معاہدے ایک اچھا قدم اور درست عمل تھا اور اس سے حالات بہتری کی جانب گامزن ہو رہے تھے تو پھر ۱۲؍جنوری ۲۰۰۷ء میں انہیں یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی کہ شمالی وزیرستان امن معاہدے سے صورت حال بہتر نہیں ہوئی اور طالبان دن بدن افغانستان میں امن کے لئے خطرہ بنتے جا رہے ہیں۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' ۱۳؍جنوری ۲۰۰۷ء)

آخر ایسا کیوں ہے کہ افغانستان میں بڑھتی مزاحمت اور ناکام ہوتی۔ جنگی پالیسیوں کا الزام پاکستان پر عائد کیا جا رہا ہے۔ فرنٹ لائن سٹیٹ کے سربراہ کی وضاحتیں تسلیم نہیں کی جا رہیں۔ جبکہ ایک تابعدار خادم کی طرح ہر حکم کی تعمیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔، ہم نے روشن خیالی، اعتدال پسندی کے جھرو کے بنانے کے لیے اپنی

نظریاتی فصیل منہدم کردی، ہم نے بے نام دہشت گردوں کا تعاقب کرتے ہوئے اپنی زمینوں کے گلاب روند ڈالے، خود اپنی پناہ گاہوں کو بارود سے اڑا ڈالا، ۸۰ ہزار فوج ان علاقوں میں جھونک دی' جہاں کبھی ایک سپاہی کی ضرورت نہ تھی۔ ہم سرحد پر باڑ لگا کر بارودی سرنگیں بچھا کر دشنام طرازی کا خاتمہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم ۳۰ لاکھ افغانیوں کو واپس ان کے وطن بھیجنے کی درخواست بھی کررہے ہیں۔ مگر ہمارا کوئی عمل بھی شرف قبولیت حاصل نہیں کرسکا۔ اُلٹا ہو یہ رہا ہے کہ الزامات و اتہامات کے انبار ہیں جو ہماری پیٹھ پر لادے جارہے ہیں۔ صدر مشرف بار بار کہہ رہے ہیں کہ مغرب پاکستان کے بارے میں رائے تبدیل کرے۔ ہم نے دہشت گردوں کی کمر توڑ دی ہے۔ القاعدہ نیٹ ورک کا پاکستان سے خاتمہ کردیا ہے۔ ۶۰۰ سے زائد دہشت گردوں کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرچکے ہیں۔ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کسی بھی ملک سے زیادہ اقدامات کیے ہیں۔ پاک فوج کے سینکڑوں جوانوں اور افسروں نے اپنی قیمتی جانوں کی قربانی دی ہے، مگر امریکی انٹیلی جنس ادارے کا سربراہ ''نیگرو پونٹے'' سینٹ کمیٹی کو اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے یہ الزام عائد کرتا ہے کہ پاکستان اب بھی القاعدہ قیادت کے لیے محفوظ پناہ گاہ بنا ہوا ہے، پاکستانی سرحدی علاقے شدت پسند تنظیموں کا گڑھ ہیں اور القاعدہ اپنا تباہ شدہ نیٹ ورک دوبارہ فعال کررہی ہے۔ جبکہ پاکستان کے دورہ پر آئے ہوئے ''رچرڈ باؤچر'' نے اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے ہمارے زخموں پر یوں نمک پاشی کی ہے کہ شمالی وزیرستان میں امن معاہدے کے باوجود تخریب کاری نہیں رک سکی۔

۱۳؍ جنوری کو بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے افغان صدر ''حامد کرزئی'' کا ترجمان ''جاوید لودین'' کہتا ہے کہ امریکی انٹیلی جنس ادارے کی رپورٹ سو فیصد صحیح ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ القاعدہ قیادت صرف پاکستان ہی میں روپوش ہوسکتی ہے۔ جاوید لودین کے مطابق القاعدہ ارکان کی گرفتاری دراصل پاکستانی حکومت کا رچایا ہوا ایک ڈرامہ تھا اور اس کا مقصد امریکی حکام کو القاعدہ ارکان کی پکڑ دھکڑ میں الجھا کر طالبان سے توجہ ہٹانا تھا۔ کیونکہ ان طالبان کی اکثریت پاکستان کے سرحدی پختون علاقوں سے تعلق رکھتی ہے...... مذکورہ بالا گمراہ کن الزامات کے بعد ہمارا رویہ معذرت خواہانہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اور مزید کسی اقدام سے پہلے الزامات کا جواب پوری دینی غیرت اور ملی حمیت کے ساتھ دینا چاہئے تھا۔ لیکن ہمیشہ کی طرح اب بھی ایسا نہیں ہوا۔ اور اگر کچھ ہوا بھی تو یہ کہ ۱۰ اور ۱۱ گیارہ جنوری کی درمیانی رات میں پاک فوج نے کئی ماہ کے وقفہ کے بعد شمالی وزیرستان میں آپریشن کیا یہ کارروائی بھی امریکی نائب وزیر خارجہ ''رچرڈ باؤچر'' کی پاکستان آمد سے چوبیس گھنٹے قبل سرانجام دی گئی۔ بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کی جانے والی کارروائی کے بارے میں ''آئی ایس پی آر'' کے سربراہ ''میجر جنرل شوکت سلطان'' نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ افغانستان میں اتحادیوں نے انٹیلی جنس رپورٹ دی تھی کہ پاک افغان سرحد کے قریب ایک جگہ ''کرویک'' میں شرپسندوں کی نقل و حرکت ہورہی ہے جس پر پاک فوج نے توپ خانہ اور مارٹر کی مدد سے کارروائی کی۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' ۱۳؍ جنوری ۲۰۰۷ء)

اس کے چند روز بعد ۱۷؍ جنوری کے اخبارات میں جنوبی وزیرستان کے علاقہ ''زمہ زولہ'' میں فوجی کارروائی کی اطلاعات شائع ہوئیں۔ اس کی تفصیلات بتاتے ہوئے پاک فوج کے ترجمان نے بتایا کہ سکیورٹی فورسز کی گن شپ ہیلی

کاپٹروں سے کارروائی کے دوران غیر ملکی باشندوں سمیت ۳۰ جنگجو جاں بحق ہو گئے، ترجمان کے مطابق یہ حملہ اس وقت کیا گیا جب غیر ملکی جنگجو اپنے مقامی ساتھیوں کے ساتھ ٹریننگ میں مصروف تھے۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' ۱۷ر جنوری ۲۰۰۷ء)

شمالی وزیرستان کی طرح جنوبی وزیرستان میں ہونے والی کارروائی بارے بھی یہی بتایا گیا کہ مصدقہ انٹیلی جنس اطلاعات کے بعد یہ اقدام کیا گیا اور اس میں پاک فوج کے گن شپ ہیلی کاپٹروں نے ہی حصہ لیا مگر یہ بات اپنی جگہ اہم ہے اور نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ امریکی وزیر دفاع ''رابرٹ گیٹس'' کی افغانستان میں آمد اور افغانستان میں تعینات ''ایساف'' فورسز کے سربراہ کی اس دھمکی کے دو روز بعد ہی یہ واقعہ رونما ہوا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ افغانستان میں مقامی اور ایساف فورسز کے خلاف طالبان کی کارروائیاں جاری رہیں تو ہم سرحد کی دوسری جانب یعنی پاکستان میں بھی ان کے ٹھکانوں پر حملہ سے گریز نہیں کریں گے۔ مذکورہ بالا صورت حال پاکستان کی داخلی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ ہمیں بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ مسئلہ القاعدہ یا طالبان کا ہرگز نہیں ہے بلکہ زمینی حقائق یہ بتا رہے ہیں کہ پاکستان کو براہ راست طالبان سے لڑانے کے منصوبہ پر عمل درآمد کرانے کی تیاری کی جا رہی ہے اور یہ کھیل پاک افغان سرحد تک ہی محدود نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔ شمالی و جنوبی وزیرستان میں ہونے والے امن معاہدے اپنے مفادات کے پیش نظر عالمی سازش گروں کو کسی طور قبول نہیں ورنہ اگر صرف امن مقصود تھا یا ہے تو حکومت پاکستان نے قبائلی عوام اور عمائدین کی مدد سے یہ کارنامہ سرانجام دے دیا تھا کہ ان علاقوں میں مکمل امن ہو چکا تھا۔ پاکستانی انٹیلی جنس اداروں نے کہیں سے بھی تخریبی کارروائیوں یا دہشت گردی کے تربیتی کیمپ موجود ہونے کی اطلاع نہیں دی تھی۔ پاک فوج کی مؤثر حکمت عملی سے جنوبی و شمالی وزیرستان میں کم و بیش حالات معمول پر آ چکے تھے۔ اور افغانستان میں طالبان پوری طرح نیٹو فورسز اور افغان فوج کے رحم و کرم پر تھے لیکن اتحادی افواج طالبان کی مزاحمت روکنے میں ناکام رہیں۔

یہ بات غور طلب ہے کہ امریکی عہدیداروں کی خطے میں آمد شروع ہوتے ہی پاکستان پر الزامات کا مکروہ سلسلہ آغاز ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی قبائلی علاقوں میں فوجی کارروائیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔ مذکورہ بالا حالات کے تناظر میں کیا اس خبر کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ امریکی حکام کی جانب سے پاکستان کو نہ صرف قبائلی علاقوں بلکہ اس سے بھی آگے کئی محاذوں پر ایساف فورسز کے ساتھ مل کر طالبان کے خلاف مہم جوئی کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے۔ اتحادی افواج پریشان ہیں کہ موسم سرما ختم ہوتے ہی طالبان کی مزاحمت شدت اختیار کر جائے گی اور پھر ان کی حربی حکمت عملی کی ناکامیاں عراق کی طرح افغانستان میں بھی دنیا پر عیاں ہونا شروع ہو جائیں گی۔ چنانچہ ان کے لیے آسان راستہ یہ ہے کہ وہ امریکی پالیسیوں کے شکنجے میں بری طرح پھنسی ہوئی پاکستانی حکومت کو دباؤ میں لا کر ایسے تباہ کن اقدامات کے لیے مجبور کر دیں جو صرف امریکی مقاصد کی تکمیل کرتے ہوں۔ حکمرانوں کو دشمن کی حکمت عملی کو سمجھنا اور محبِّ وطن لوگوں کی اس رائے پر پوری ہمدردی سے غور و فکر کرنا چاہیے کہ پاکستان کے سرحدی علاقوں میں فوجی کارروائیاں کسی طور بھی ملکی و قومی مفاد میں نہیں ہیں بلکہ مستقبل میں ان کے نتائج انتہائی خطرناک ہوں گے۔

علامہ عبدالرشید غازی

مصباح ارم، جامعہ حفصہ اور مغربی دنیا کا حقیقی چہرہ

مصباح ارم کی داستانِ غم تو یقیناً آپ نے سنی ہوگی۔ ایک معصوم سی مسلمان بچی جس کی ماں بدقسمتی سے مرتد ہوگئی اور اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ رہنے لگی تو مصباح نے اپنی فطرت، نسوانیت، شرم وحیا اور دین و مذہب کی بنا پر وہاں رہنا گوارا نہ کیا اور اپنے پاکستانی نژاد والد سجاد رانا کے پاس چلی آئی۔ پاکستان آتے وقت اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا کہ اس کے اپنے ملک پاکستان میں اس سے ایسا رویہ روا رکھا جائے گا جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہو۔ اس کی شاطر ماں نے اس کے پاکستان آتے ہی ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ اس نے بارہ سالہ بچی کے باپ کے ہاتھوں اغواء کا ڈھنڈورا پیٹ کر مغربی میڈیا کو اپنا ہم نوا بنالیا۔ بے چاری مصباح روتی رہی، دہائیاں دیتی رہی لیکن میڈیائی واویلے میں اس کی کون سنتا؟ ستم بالائے ستم یہ کہ انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والی کسی این جی او کے دل میں بھی مصباح کے لیے کوئی ہمدردی نہ جاگی اور کسی نے اس کے لیے ہمدردی کے دو بول بولنا بھی گوارا نہ کیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس مسئلہ پر آواز اٹھانے کی پاداش میں مغرب سے ملنے والے لاکھوں ڈالر کے عطیات کی ترسیل رک جائے گی۔ ایسے میں حقوق انسانی کی تنظیم ڈیفنس آف ہیومن رائٹس نے مصباح ارم کو قانونی اور اخلاقی تعاون فراہم کرنے کا فیصلہ کیا اور یوں اس پلیٹ فارم سے مصباح کے معاملے کو اس کے حقیقی تناظر میں پیش کیا جانے لگا۔ ان ساری کاوشوں کا سہرا ڈیفنس آف ہیومن رائٹس کے چیف کوارڈینیٹر خالد خواجہ کے سر ہے۔ چند دن پہلے کی بات ہے کہ چیف کوارڈینیٹر خالد خواجہ نے راقم سے رابطہ کیا اور کہا چونکہ مغربی میڈیا مصباح ارم کے معاملے میں حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہا ہے۔ اس لیے وہ ایک پریس کانفرنس کرنا چاہتے ہیں، جس میں مصباح ارم خود اپنے خیالات کا اظہار کرے گی اور حقیقی صورتحال سے میڈیا کو آگاہ کرے گی۔ حسن اتفاق سے اس پریس کانفرنس کے موقع پر ہمارے جامعہ حفصہ میں تعطیلات تھیں، ہم نے کسی اور جگہ پریس کانفرنس کا انتظام کرنے کی بجائے جامعہ حفصہؓ کے استقبالیہ میں پریس کانفرنس کا اہتمام کروادیا۔ الحمدللہ بڑی بھرپور پریس کانفرنس ہوئی۔ اس میں مصباح نے صرف چند باتیں کیں جو ذیل میں دی جاتی ہیں۔

☆...... میرا نام مصباح احمد رانا ہے اور پاسپورٹ میں بھی میرا یہی نام درج ہے۔ اس لیے میڈیا میں میرا یہی نام استعمال کیا جائے۔ مجھے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مولی کیمبل لکھا جا رہا ہے۔ برائے مہربانی! ایسا نہ کیا جائے کیونکہ کیمبل میری ماں کا بوائے فرینڈ ہے۔ میری ماں نے میرے نام میں میرے والد کی جگہ اپنے بوائے فرینڈ کا نام ڈال دیا ہے۔ جب میڈیا میں اپنے باپ کی بجائے اپنی ماں کے بوائے فرینڈ سے اپنی نسبت کی خبر دیکھتی ہوں تو مجھ شرم محسوس ہوتی ہے۔

☆......میں نے مفتیانِ کرام سے اپنے بارے میں فتویٰ لے لیا ہے۔ میں چونکہ شرعی طور پر بالغ ہوں۔اس لیے میں اپنے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے میں خود مختار ہوں۔اس لیے میں اپنے والدین کے مابین عدالت میں یا عدالت کے باہر ہونے والے کسی بھی معاہدے کی پابند نہیں ہوں۔

مصباح ارم پریس کانفرنس میں یہ باتیں کہہ کر خالد خواجہ کے ہمراہ راقم کے گھر آ گئی اور اندر خواتین والے حصے میں میری اہلیہ، اُم حسان، بھتیجیوں اور دوسرے اہل خانہ کے ساتھ بات چیت کرنے لگی۔اسی اثناء میں معروف مغربی جریدے ''ٹائمز'' کے لیے کام کرنے والا ایک رپورٹر آ گیا اور اس نے آ کر درخواست کی کہ میں تاخیر سے پہنچا۔ پریس کانفرنس میں شرکت نہیں کر سکا۔آپ برائے مہربانی مصباح سے دومنٹ لے دیں۔اس نے کہا کہ مجھے خبر تو مل گئی ہے لیکن میں یہی باتیں مصباح کی زبانی سننا چاہتا ہوں۔راقم نے عرض بھی کیا کہ اس نے جو کچھ کہنا تھا' ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کے ہجوم کے سامنے کہہ دیا۔اب ضرورت نہیں لیکن اس نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً راقم مصباح کو بلانے اپنے گھر گیا جہاں وہ گھر کی خواتین کے ساتھ بیٹھی تھی۔ مجھے بعد میں بتایا گیا کہ مصباح نے خواتین کے ساتھ بات چیت کے دوران جامعہ حفصہؓ کے بارے میں معلومات لیں تو وہ بہت متاثر ہوئی کہ اتنا بڑا تعلیمی ادارہ کیسے اپنی مدد آپ کے تحت چل رہا ہے؟ اور اس کی وجہ سے ہزاروں خواتین کو تعلیم سے روشناس کروایا جا رہا ہے؟ اس نے پوچھا کہ جامعہ حفصہؓ میں داخلے کب اور کیسے ہوتے ہیں؟ اسے راقم کی بھابھی اور جامعہ حفصہ کی منتظم اعلیٰ محترمہ ام حسان نے جامعہ کی تعلیمی سرگرمیوں کے بارے بتایا۔

اسی طرح اس گفتگو کے دوران برقعے کی بات چلی جس پر مصباح نے دلچسپی ظاہر کی تو بھابھی نے جامعہ میں موجود مکتبہ عائشہؓ سے ایک برقعہ خرید کر اسے ہدیہ کیا۔وہ ابھی برقعہ پہن کر آئینے کے سامنے دیکھ ہی رہی تھی کہ اسے کیسا پہنا جاتا ہے؟ اور اسے برقعہ کیسا لگ رہا ہے؟ کہ اسی دوران راقم نے آواز دے کر اسے ایک منٹ کے لیے اپنے دفتر آنے کو کہا جہاں وہ صحافی اس کا انتظار کر رہا تھا۔مصباح جب باہر آئی تو اس نے بغیر نقاب کے برقعہ پہن رکھا تھا۔اس نے مجھ سے پوچھا بھی کہ برقعہ اتار کر آ جاؤں یا ایسے ہی آ جاؤں؟ تو میں نے کہا ''نہیں بیٹی! رہنے دو' ذرا جلدی ہے، اسی طرح آ جاؤ'' یوں وہ راقم کے گھر سے منسلک دفتر میں آ گئی جہاں ایک منٹ کے اندر اس صحافی سے اس نے تقریباً وہی باتیں کیں جو وہ پریس کانفرنس کے دوران کہہ چکی تھی۔اس کے علاوہ اس نے مزید کچھ نہیں کہا۔لیکن اس سیدھی سی بات کو بالکل خلافِ حقیقت رنگ دے دیا گیا اور جب اس کی اسٹوری ''ٹائمز'' میں چھپی تو مغربی میڈیا نے اپنی روایتی جانبداری، انتہا پسندی اور اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر ایسے ایسے حاشیے چڑھائے اور رائی کا ایسا پہاڑ بنایا کہ الامان والحفیظ۔مصباح کے برقعے کی اس داستان کی آڑ لے کر مغربی میڈیا تسلسل سے جامعہ سیدہ حفصہؓ، مرکزی جامع مسجد اسلام آباد (لال مسجد) اور راقم کے بارے میں پروپیگنڈے میں مصروف ہے۔اس واقعہ کے چوبیس گھنٹوں کے اندر مغربی میڈیا نے چیخ و پکار اور

ہاہا کار مچادی۔ انہوں نے دوسرے دن شام تک جامعہ حفصہؓ، مجھے اور لال مسجد کو انتہائی درجہ کی طعن و تشنیع کا نشانہ بنا دیا۔ جو کچھ میڈیا میں آیا وہ من وعن قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

''ٹائمز'' نے یہ سرخی لگائی ''پریس میں مولی نے جامنی رنگ کا سکارف پہن رکھا تھا۔ دو گھنٹے بعد 'ٹائمز' کے رپورٹر نے اسے کالے رنگ کے برقعے میں طالبان سے تعلق رکھنے والے مدرسہ میں پایا۔'' یہی اخبار تفصیل میں لکھتا ہے: ''صرف دو گھنٹے بعد مصباح جامعہ حفصہ سے ایک کالے برقعے میں نمودار ہوئی۔ جس میں اس کا چہرہ بھی مکمل نظر نہیں آرہا تھا۔'' آگے چل کر اخبار لکھتا ہے کہ ''جامعہ حفصہؓ لال مسجد سے منسلک ہے جس پر صدر مشرف کی حکومت نے بارہا دہشت گردوں اور عسکریت پسندوں کو پناہ دینے کا الزام لگایا ہے۔ گزشتہ سال جولائی میں لندن بم دھماکوں کے بعد اس مدرسہ اور مسجد دونوں ہی پر پولیس نے چھاپے مارے تھے۔ یہاں پڑھانے والوں میں مُلّا عبدالرشید غازی بھی ہے جو اسامہ بن لادن کی کھلے عام تعریف کرتا ہے اور اپنے طلباء کو مقامی طالبان کہہ کر پکارتا ہے۔ یہ شخص مسلمانوں کو تبلیغ کرتا ہے کہ وہ مسلمان ممالک میں موجود امریکیوں کے خلاف مقدس جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔'' آگے چل کر اخبار لکھتا ہے: ''کچھ عرصہ قبل لال مسجد پر اُس وقت بھی پولیس نے چھاپہ مارا تھا جب یہاں چھ شدت پسند مولوی چھپے ہوئے تھے جنھوں نے ایک فتویٰ دیا تھا کہ القاعدہ دہشت گردوں کے خلاف کارروائی میں مرنے والے فوجیوں کی نمازِ جنازہ اور اسلامی طریقے سے تجہیز و تکفین نہ کی جائے۔'' واضح رہے ڈیلی ٹیلی گراف، ایوننگ سٹینڈرڈ، بی بی سی اور ہیرالڈ کے علاوہ برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک کے بیسیوں اخبارات نے یہی یا اس سے ملتی جلتی خبریں لگائیں۔

سن اخبار نے یہ سرخی جمائی ''(والدین کے) پیار کی کھینچا تانی مولی کو طالبان کے اسکول لے آئی۔'' اس اخبار نے یہ خبر لگائی کہ ''مصباح نے ایک طالبان خیالات کے اسکول میں داخلہ لے لیا ہے۔ اس اسکول کے القاعدہ سے روابط ہیں اور اس پر دہشت گردوں کو پناہ دینے کے الزامات ہیں۔''

میٹرو اخبار نے یہ سرخی لگائی ''مولی نے ایک سکول میں داخلہ لے لیا ہے جس کے القاعدہ سے روابط ہیں۔'' گلف ٹائم نے خبر دی ''برطانیہ کے اخبار مولی کو مستقبل کی ایک عسکریت پسند کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔'' مائی فاکس اور زی نیوز نے یہ سرخی لگائی ''برطانیہ سے بھاگنے والی لڑکی دہشت گردوں کے اسکول میں۔''

ایک اخبار یوروساک نے تو حد ہی کر دی۔ اخبار یہ سرخی لگاتا ہے: ''مولی سے القاعدہ کی رکن بننے تک'' اخبار مصباح کی کہانی سکاٹ لینڈ سے شروع کر کے آخر میں تجزیہ کرتا ہے کہ ''مصباح اس وقت ۱۲ سال کی ہے اور اس نے دہشت گردوں کے ایک ادارہ میں داخلہ لے لیا ہے۔ وہ ۴ سال اس ادارہ میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد ۱۶ سال کی ہوگی۔ اس عمر میں برطانیہ کے قانون کے مطابق وہ آزاد ہوگی اور اس ادارہ میں ۴ سال کی تربیت کے بعد وہ القاعدہ کی

رکنیت کی اہل ہو چکی ہو گی۔''

یہ تو چند ایک نمونے تھے ورنہ اس وقت مغربی میڈیا میں جتنے منہ اتنی باتوں والا معاملہ ہے۔ ہر کوئی اپنی اپنی ہانک رہا ہے۔ نہ کسی کو اخلاقی اقدار کا پاس ہے نہ صحافتی اصولوں کی پاسداری، نہ تحقیق کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے اور نہ ہی مصباح کے ورثاء اور جامعہ حفصہؓ کے ذمہ داران سے رابطے کی زحمت کسی کو گوارا ہے۔ اس صورت حال سے اہل مغرب کا دوہرا معیار، جانبداری اور انتہا پسندی بالکل کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مصباح ارم نے جامعہ سیدہ حفصہؓ میں داخلہ نہیں لیا لیکن اگر وہ لے بھی لیتی تو کون سی قیامت آ جاتی؟ یہ اس کا اور اس کے سرپرستوں کا حق ہے کہ وہ اپنی بچی کو جس ادارے میں تعلیم دلوانا چاہیں دلوا سکتے ہیں۔ کوئی نہ ان پر اعتراض کر سکتا ہے اور نہ ہی ان کے راستے میں روڑے اٹکا سکتا ہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی بالکل مختلف ہے۔ مصباح نے جامعہ حفصہؓ میں داخلہ لیا ہی نہیں اور آسمان سر پہ اٹھا لیا گیا۔ مصباح کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جیسا مرضی لباس پہنے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے سیاہ برقعہ پہننا شروع کر بھی دے تو کسی کو اس پر انگلی اٹھانے کا کوئی حق نہیں لیکن اس نے تو محض چیک کرنے کے لیے تھوڑی دیر برقعہ پہن لیا اور ایک عجب ہاہا کار مچ گئی۔ افسوس ہے اہل مغرب کے اس دوہرے معیار پر کہ وہ خود تو اپنی مرضی کی زندگی گزارتے ہیں، مرضی سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ہمیں اور ہماری بچیوں کو نہ اپنی مرضی کا لباس پہننے دیتے ہیں، نہ مرضی کی تعلیم حاصل کرنے کا حق دیتے ہیں، نہ اپنی مرضی سے جینے دیتے ہیں اور ہماری ہزاروں بچیاں گود لینے کے نام پر اغوا کر لے جاتے ہیں۔ حالیہ زلزلے کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ہزاروں متاثرہ بچیوں کو گود لینے، پرورش کرنے، علاج معالجے اور تعلیم و تربیت کے خوش نما جال بچھا کر اغوا کر لیا گیا۔ کون نہیں جانتا کہ ان بچیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ ان کی پرورش اور تربیت کس انداز سے ہوتی ہے؟ عیسائی مشنری سکولوں میں سب سے پہلے ان کی متاعِ ایمان لوٹی جاتی ہے اور پھر ان کی عزت و عصمت خاک میں ملا دی جاتی ہے۔ اس پر تو کبھی مغرب کے ''انصاف پسند'' میڈیا نے کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا اور ایک مسلمان بچی جو اپنے والد کے پاس ہے۔ اس پر نہ صرف یہ کہ اہل مغرب اور مغربی میڈیا میں کھلبلی مچی ہوئی ہے بلکہ خود ہمارے اپنے ملک کی اہم ترین اور قابل احترام ہستیاں اور عالی مناصب پر براجمان شخصیات بھی اہل مغرب کی چیرہ دستیوں کے سامنے ہتھیار ڈالتی نظر آتی ہیں۔ اس ساری کہانی کے بعد راقم کچھ کہنے کی بجائے فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہے کہ ہم پر شدت پسندی کا الزام لگانے والوں میں کتنی برداشت ہے اور وہ خود کتنے روادار ہیں۔

قارئین! بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی۔ لگتا ہے مسئلہ گھمبیر ہوتا چلا جارہا ہے۔ اس لیے کہ یہ آخری سطور لکھنے تک حکومت کے اہلکار ایک مرتبہ پھر جامعہ حفصہؓ کی ''غیر قانونی'' بلڈنگ کے ایشو کو بنیاد بنا کر راقم کے بڑے بھائی مولانا عبدالعزیز کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ آخر حکومت نے مصباح کے معاملے پر اپنے ناراض آقاؤں کو خوش بھی تو کرنا ہے۔

اصغر عبداللہ

عراق......صدام حسین کی موت کے بعد

کچھ خوف تھا چہرے پہ نہ تشویش ذرا تھی
ہر ایک ادا مظہر تسلیم و رضا تھی

فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہم وطن عراق کے سابق مردِ آہن صدام حسین نے جس دھج کے ساتھ تختۂ دار پر موت کو خوش آمدید کہا ہے' اس نے ایک بار تو امریکی استعمار کے خلاف عالمی ماحول کو سوزِ یقیں سے گرما دیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں صدام حسین کو بے پناہ قوت عمل سے نوازا تھا' وہاں ان کو غیر معمولی قوت برداشت بھی عطا کی تھی۔ موت کو سامنے دیکھ کر بڑے بڑوں کا حوصلہ جواب دے جاتا ہے مگر صدام حسین نے فرشتۂ اجل کے مقابل میں صبر و رضا کا جو ثبوت دیا ہے' اس نے ان کے عاقبت نا اندیشانہ ماضی کو قصۂ ماضی بنا دیا ہے اور اب مستقبل میں انہیں امریکی استعمار کے خلاف شہید کے طور پر یاد کیا جاتا رہے گا اور کیا عجب صدام حسین کی موت عراق سے امریکی استعمار کی پسپائی کا پیش خیمہ بن جائے۔

امریکی مفادات کی یرغمال عراقی عدالت کے ہاتھوں صدام حسین کو سزائے موت کا فیصلہ سنائے جانے پر میں نے انہی کالموں میں یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ اگر صدام مخالف شیعہ حکومت کے ہاتھوں' کرد جج کے قلم کی سیاہی سے لکھا جانے والا سزائے موت کا فیصلہ' صدام حسین پر نافذ ہو جاتا ہے تو اس سے یقیناً عراق میں شیعہ سنی خلیج مزید گہری ہو جائے گی جو مستقبل میں عراق کی جغرافیائی سلامتی کو معرض خطر میں ڈال سکتی ہے۔ افسوس کہ نہ صرف یہ خدشہ درست ثابت ہوا بلکہ صدام حسین کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے امریکہ اور اس کی کٹھ پتلی عراقی حکومت نے جو وقت منتخب کیا' اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امریکہ باقاعدہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عراق کے حصے بخرے کرنے کے درپے ہے۔

صدام حسین کی موت کے لیے عیدالاضحیٰ کا دن چنا گیا۔ امریکہ کی شرانگیزی کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ صدام حسین جو سنی العقیدہ مسلمان تھے' ان کو جس روز پھانسی دی گئی' سنی العقیدہ تو ٹھیک اسی روز عراق میں عیدالاضحیٰ منا رہے تھے مگر شیعہ العقیدہ مسلمانوں کی عید اس سے اگلے روز تھی۔ گویا ایک جانب عراق کی سنی مسلمان آبادی کو عین عیدالاضحیٰ کے روز شدید صدمے سے دوچار کر دیا گیا اور دوسری جانب عراق کی شیعہ مسلمان آبادی کو عید سے ایک دن پہلے صدام حسین کی موت سے اپنے تئیں خوش کر دیا گیا۔ رہی سہی کسر صدام حسین کی موت پر سفارتی آداب کے منافی، ایران کے ابتدائی خوش دلانہ ردّعمل اور عراق کی شیعہ حکومت کی آشیرباد سے شیعہ علاقوں میں صدام حسین کی موت پر Celebrations نے پوری کر دی۔ اسی طرح صدام حسین کو پھانسی گھاٹ پر پرلاتے ہوئے' عراقی حکومت کے شیعہ اہل کاروں کی صدام حسین سے معاندانہ سلوک کی ویڈیو بھی نہایت ہوشیاری سے اوٹ کر دی گئی ہے۔ خود صدام حسین سے جو آخری کلمات منسوب کیے گئے ہیں' اس لیے یہ کہنا چاہیے سیاسی مبصرین کو عراق ایران جنگ پر صدام حسین کے موقف کو نئے سرے سے سمجھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس پس منظر میں یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ صدام

حسین کی موت اوراس کے آگے پیچھے ہونے والے حالات وواقعات نے عراق کی جغرافیائی سلامتی کوخطرے میں ڈال دیا ہے۔

صدام حسین کی زندگی کی کہانی کسی ٹریجڈی فلم سے کم نہیں ہے۔ایک المیے سے شروع، دوسرے المیے پر ختم۔ صدام حسین ۲۸/اپریل ۱۹۳۷ءکو بغداد کے شمال میں واقع تکریت کے گاؤں ''اجا'' میں پیدا ہوئے۔یہی وہ قصبہ ہے جہاں صلیبی جنگوں کے لافانی کردار سلطان صلاح الدین ایوبی نے آنکھ کھولی۔صدام حسین' صلاح الدین ایوبی تو نہیں بن سکے لیکن کہا جاتا ہے کہ ان کے دل میں یہ خواہش موجود رہی کہ ان کا موازنہ کسی نہ کسی طور صلاح الدین ایوبی سے ضرور کیا جانا چاہیے۔شاید اسی جذبے کے تحت وہ اسرائیل کو ہمیشہ نفرت اور حقارت سے دیکھتے رہے۔۱۹۹۲ء میں جب صدام حسین نے امریکی مخالفت کی پروانہ کرتے ہوئے' اسرائیل پر میزائل داغ دیا تو اس سے نہ صرف فلسطینیوں میں بلکہ پورے عالم اسلام میں جوش وخروش کی لہر دوڑ گئی۔عالم اسلام میں صدام حسین کی حمایت میں زبردست مظاہرے ہوئے۔حتیٰ کہ کئی مسلمان ماؤں نے اپنے بچوں کے نام صدام حسین کے نام پر رکھے۔

کہا جاتا ہے کہ صدام حسین کی پرورش ناآسودہ گھریلو ماحول میں ہوئی اور یہی المیہ ان کی بعد کی زندگی کا المیہ بن گیا۔۱۹۵۷ء میں صدام حسین نے بعث سوشلسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔۱۹۵۸ء میں صدام حسین کو ان کے بہنوئی کے قتل کے الزام میں جیل کی ہوا کھانا پڑی۔۱۹۵۹ء میں وہ زخمی حالت میں ملک سے فرار ہونے پر مجبور ہوگئے۔جہاں سے ۱۹۶۳ء میں ان کی واپسی، ان کی آئندہ کامیابیوں کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئی۔۱۹۶۸ء میں بعث پارٹی نے فوج کے ساتھ مل کر اقتدار پر قبضہ کرلیا۔صدام حسین کے ذمے داخلی سلامتی کا محکمہ لگا دیا گیا۔اس کے علاوہ صدر احمد حسن کے نائب کے اختیارات بھی انہیں سونپ دیئے گئے۔مگر صدام حسین اس پر قانع رہنے والے کہاں تھے؟ موقع ملتے ہی صدام حسین نے صدر احمد حسن کو ہٹا دیا اور خود صدر (۱۶/جولائی ۱۹۷۹ء) بن گئے۔یہاں سے صدام حسین کے ہنگامہ خیز دور حکومت کا آغاز ہوتا ہے جو ۲۰/مارچ ۲۰۰۳ء کو اس وقت انجام پذیر ہوا۔جب امریکہ اور برطانیہ کی فوجوں نے بغداد کے شمال میں، عین اس بنکر پر حملہ کردیا جہاں مبینہ طور پر صدام حسین اوران کے بیٹے مقیم تھے۔(یادرہے' اس حملے کے بعد صدام حسین کو آزاد حالت میں نہیں دیکھا گیا۔)

یہ عجیب اتفاق ہے ادھر عراق میں صدام حسین برسراقتدار آئے، جنہیں امریکی (اور روسی) ایجنسیوں کا پروردہ سمجھا جاتا تھا، ادھر ایران میں امریکہ کے ''پولیس مین'' شاہ ایران' خمینی کی عوامی تحریک سے مات کھا گئے۔خمینی کی امریکہ مخالف پالیسیوں سے بالکل واضح ہوگیا کہ خطے میں امریکی مفادات کی نگرانی کا جو کام پہلے شاہ ایران سے لیا جارہا تھا' اب صدام حسین کی حکمرانی سے لیا جاسکتا ہے۔یہ حقیقت اس وقت واشگاف ہوگئی جب ۲۲/ستمبر ۱۹۸۰ءکو صدام حسین نے ایرانی انقلاب کو ناکام بنانے کے لیے امریکی آشیرباد سے ایران پر ایک طویل جنگ مسلط کردی جو کم وبیش ۸ سال تک جاری رہی۔ کہا جاتا ہے ''ایران عراق جنگ'' میں سات آٹھ لاکھ کے لگ بھگ ایرانی اور عراقی مسلمان جاں بحق ہوئے۔(ایران کے بارے میں صدام حسین کے آخری کلمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی سطح پر صدام حسین کے لیے ایک جذباتی مسئلہ بھی ضرور رہا ہے۔) یہ بات اہم ہے۔ایران کے خلاف اس جنگ میں امریکہ نے ہر طرح سے عراق کی حوصلہ افزائی کی۔اس لیے کہ اس جنگ کا سب سے زیادہ فائدہ خطے میں امریکی مفادات کو پہنچ رہا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں امریکہ، ایران کے خلاف جنگی طور پر کھل کر سامنے نہیں آیا، کیونکہ اس عرصے میں امریکہ کو افغانستان میں سوویت یونین

کا سامنا تھا اور وہ اسے افغانستان سے نکال باہر کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ اس کے باوجود یہ بات سبھی کے علم میں تھی کہ امریکہ، ایران کے انقلاب کو منقلب کرنے کے لیے صدام حسین کی سرپرستی کر رہا ہے۔ یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس عرصے میں ایران کے خلاف صدام حسین کے موقف کو عالم عرب میں بھی بھرپور پذیرائی ملتی رہی ہے۔

اسی جنگ کے دوران جولائی ۱۹۸۲ء میں بغداد کے شمال میں ۶۰ کلومیٹر دور شیعہ سنی ملی جلی آبادی پر مشتمل ''دجیل'' گاؤں میں وہ واقعہ پیش آیا۔ جو ۲۴ سال بعد ۵/نومبر ۲۰۰۶ء کو صدام حسین کو سزائے موت دیئے جانے کا موجب بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جولائی ۱۹۸۲ء کو صدام حسین جنہیں اس وقت ایران سے جنگ شروع کیے ہوئے ابھی ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا تھا' دجیل گاؤں کے باسیوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے دجیل کے دورے پر آئے۔ اس واقعے کی فلم رپورٹ میں جو حال ہی میں منظر عام پر آئی ہے صدام حسین کو دجیل کے گلی کوچوں میں گھومتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مقامی بعث پارٹی کے دفتر کے سامنے صدام حسین ایک ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ منظر بدلتا ہے اور صدام حسین کا قافلہ گاؤں سے باہر جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ فلم یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں آگے کھجوروں کے جھنڈ کے قریب پہنچتے ہی اچانک صدام حسین کے قافلے میں بھگدڑ مچ جاتی ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں' کچھ لوگ گھات لگائے بیٹھے تھے اور وہ صدام حسین کو ہلاک کر دینا چاہتے تھے۔ حملہ تھا تو صدام حسین وہاں سے سیدھے بغداد واپس جانے کے بجائے واپس دجیل گاؤں آئے اور اعلان کیا کہ جن لوگوں نے ان کے قافلے پر حملہ کیا ہے اور ان کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے' ان کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ قیاس یہی تھا کہ ان کا اشارہ مقامی شیعہ رہنماؤں کی طرف ہے جنہیں ایران کی انقلابی حکومت کا حامی سمجھا جاتا تھا۔ یہاں یہ امر پیش نظر رہنا چاہیے کہ عراق میں شیعوں کی اکثریت ہے اور ان کی ہمدردیاں قدرتی طور پر ایران کے ساتھ ہوتی ہیں۔ صدام حسین نے بغداد پہنچتے ہی دجیل گاؤں میں صدارتی قافلے پر حملہ کرنے والوں کے خلاف آپریشن کا حکم دے دیا۔ صدام حسین کے خلاف حالیہ مقدمہ میں استغاثہ نے موقف اختیار کیا کہ اس مسلح آپریشن کے نتیجے میں ۱۴۸ بے گناہ افراد قتل کر دیئے گئے۔ جن کی ذمے داری بحیثیت صدر' صدام حسین پر عائد ہوتی ہے کیونکہ صدر صدام حسین ہی نے اس آپریشن کا حکم دیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے جب دجیل گاؤں میں یہ واقعہ پیش آیا اور بعد ازاں جب صدام حسین نے جوابی اقدام کیا تو ریکارڈ کے مطابق امریکہ نے اس پر کسی ناخوشگوار ردّ عمل کا اظہار نہیں کیا۔ ۲۸/ستمبر ۱۹۸۸ء کو ایک اور واقعہ رونما ہوا جو ہمیشہ کے لیے صدام حسین کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا بن گیا اور اس نے عالمی برادری کو صدام حسین کے خلاف برانگیختہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو ان کے خلاف برافروختہ کر دیا۔ یہ کرد آبادی پر کیمیائی حملہ تھا جس میں ایک اندازے کے مطابق ۵۰۰۰ کرد جاں بحق ہو گئے تھے۔ یاد رہے کہ ایران عراق جنگ کے دوران میں مسلمان ملکوں کے درجنوں وفود نے جنگ کو روکنے کی کوشش کی جسے دونوں ملکوں نے ناکام بنا دیا۔

ایران عراق جنگ ختم ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد صدام حسین نے ۲/اگست ۱۹۹۲ء کو کویت پر اچانک قبضہ کر لیا۔ یہ کہنا مناسب ہے کہ امریکہ کے نقطۂ نظر سے صدام حسین کا یہ اقدام نہایت دور رس اہمیت کا حامل تھا' اس لیے کہ اس اقدام ہی نے صحیح معنوں میں امریکہ کو خلیج میں فوجیں اتارنے کا موقع فراہم کیا۔ اس امر کے شواہد سامنے آچکے ہیں کہ صدام حسین نے کویت پر قبضہ امریکہ کی ہلہ شیری سے کیا۔ بغداد میں امریکہ کی سفیر گلا سپائی نے کویت پر حملے سے پہلے باقاعدہ صدام حسین سے ملاقات کی اور انہیں یقین دلایا کہ اگر صدام حسین کویت کے ساتھ کسی فوجی تنازعے میں الجھتے ہیں تو امریکہ اس

معاملے میں بالکل غیر جانب دار رہے گا۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ امریکہ کی طرف سے گرین سگنل ملنے کے بعد ہی صدام حسین نے کویت پر حملہ کیا اور (حیران کن طور پر) جب تک امریکہ کی اتحادی فوجوں نے سعودی عرب سمیت خلیج میں اپنی فوجیں اتار نہیں لیں، صدام حسین نے کویت سے نکلنے کا عندیہ نہیں دیا۔

ادھر عراق میں امریکہ کی سفیر گلاسپائی پراسرار طور پر کویت پر عراق کے حملے سے پہلے ہی امریکہ واپس پہنچ گئیں اور پھر واپس بغداد نہیں آئیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کا مشن پورا ہو چکا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کویت پر قبضے کے بعد صدام حسین پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ وہ امریکہ کے چنگل میں پھنس چکے ہیں۔ ۱۷ر جنوری ۱۹۹۱ء کو اتحادی فوجوں نے کویت کو صدام حسین کے قبضے سے آزاد کرانے کے لیے کارروائی شروع کی اور ایک مہینے سے بھی کم مدت میں صدام حسین کو کویت سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ کویت پر صدام حسین کے حملے کی ''یادگار'' کے طور پر آج بھی خلیج میں اتحادی فوجیں موجود ہیں۔

کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صدام حسین نے ۱۹۸۸ء میں سوویت یونین کی افغانستان سے پسپائی کے عالمی مضمرات کو صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۹۹۱ء میں خلیج کی جنگ کے دوران صدام حسین کو امید تھی کہ سوویت یونین امریکہ کی مخالفت میں ان کی حمایت کرے گا اور وہ امریکہ کے جال میں سے باہر نکل آنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ روس کا دم ختم ہو چکا تھا۔ بعد میں گورباچوف نے سوویت یونین کے زوال پر اپنی مہر لگا دی۔ سوویت یونین کے زوال نے عراق سمیت دنیا بھر میں سوشلسٹوں کی کمر توڑ دی۔ مشکل یہ تھی کہ صدام حسین سمیت جو حکمران کبھی سوشلسٹ ہونے کے دعوے دار تھے، ان کو اس کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ صدام حسین کو بھی اس یوٹوپیا سے نکلنے میں بہت دیر لگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ اور اس کی ایجنسیوں کے ساتھ صدام حسین کے تعلقات ''نظری'' سے زیادہ ''عملی'' تھے۔ صدام حسین نے ایران کے خلاف جنگ آزما ہونے کی جو قیمت امریکہ سے وصول کی، اس کی مدد سے صدام حسین نے عراق میں اپنے شخصی اقتدار کو مستحکم کیا۔ وہ یہ نہیں جان پائے کہ غیر ملکی آقاؤں کی مدد سے آمر کتنا ہی مستحکم کیوں نہ ہو جائے، ناگہانی کی صورت میں وہ ریت کی دیوار ثابت ہوتا ہے۔ صدام حسین کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس سے مختلف نہیں ہے۔

عالمی میڈیا کے ذریعے یہ اطلاعات چھن چھن کر آ رہی ہیں کہ امریکہ صدام حسین کے خلاف فوجی کارروائی کا فیصلہ ۱۱ر ستمبر کے حادثے سے پہلے کر چکا تھا۔ اس لیے کہ عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کی مبینہ تیاری کی ''معائنہ کاری'' کا عمل جاری تھا اور اسی تناظر میں کچھ تجزیہ کاروں کا دعویٰ ہے کہ ۱۱ر ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گان پر مسلح حملے امریکہ نے خود کرائے تاکہ افغانستان اور عراق پر امریکی قبضے کو جواز مہیا ہو سکے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو بھی یہ کہنا مناسب ہے کہ نائن الیون کے بعد امریکہ کو صدام حسین کا شکار بہت آسان لگا۔ افغانستان میں طالبان حکومت کو تاراج کرنے کے بعد امریکہ نے پہلے سے طے شدہ حکمت عملی کے تحت، عراق کا رخ کر لیا۔ کہا گیا صدام حسین معائنہ کاری کے کام میں اسلحہ انسپکٹروں کے آڑے آ رہے ہیں۔ جب صدام حسین نے اس معاملے پر پسپائی اختیار کر لی تو حکم دیا گیا کہ جان کی سلامتی چاہتے ہیں تو ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر عراق چھوڑ دیں۔ مقصد یہ تھا جلد از جلد عراق کو زیرنگیں کر کے اس کے تیل کے وسائل پر قبضہ کر لیا جائے۔ ۱۷ر مارچ ۲۰۰۳ء کو صدام حسین کے خلاف باقاعدہ اعلانِ جنگ کر دیا گیا اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ ۲۰ر مارچ ۲۰۰۳ء کو بغداد کے شمال میں صدام حسین کے بنکر کو نشانہ بنا کے میزائل داغے گئے۔ عراق میں صدام حسین کے اقتدار کا یہ آخری دن

تھا۔اپنے طویل دورِ حکومت نے اگر صدام حسین نے شخصی طور پر اپنے آپ کو مضبوط بنانے کے بجائے اداروں کو مستحکم بنانے پر کچھ بھی کام کیا ہوتا تو عراق کے گلی کوچے ان کی حمایت میں نکل آتے اور امریکہ کے خلاف ان کے دست و بازو بن جاتے۔ ظاہر ہے صدام حسین نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔اس لیے امریکی حملے کے بعد صدام حسین نے اپنے آپ کو اسی طرح بے چارگی کے عالم میں پایا۔جیسا کہ تیسری دنیا کے آمروں، ڈکٹیٹروں اور شخصی حکمرانوں کا مقدر ہے مگر اس سے بھی زیادہ یہ عراق کے عوام ہیں جو بے بسی کی کیفیت میں ہیں۔ان کے لیے ہر راستہ مسدود ہے۔

۲۰ر مارچ ۲۰۰۳ء سے لے کر ۱۲ر دسمبر ۲۰۰۳ء تک صدام حسین روپوش رہے۔۱۳ر دسمبر ۲۰۰۳ء کو میڈیا کے ذریعے بتایا گیا کہ صدام حسین کو ان کے آبائی قصبے تکریت کے قریب ایک خفیہ مقام سے ''برآمد'' کرلیا گیا ہے۔اس سارے واقعے پر ابھی تک پراسراریت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے صدام حسین کو اس سے پہلے ہی گرفتار کیا جا چکا تھا۔البتہ ''روزنامچے'' میں اس کا ذکر نہیں تھا۔یہ خانہ پری ۱۳ر دسمبر ۲۰۰۳ء کو کی گئی۔۳۰ر جون ۲۰۰۴ء کو صدام حسین کو باقاعدہ طور پر عراق کی نام نہاد حکومت کے سپرد کر دیا گیا۔یکم جولائی ۲۰۰۴ء کو صدام حسین کو پہلی بار کورٹ کے روبرو پیش کیا گیا۔۱۹ر اکتوبر ۲۰۰۵ء کو صدام حسین کے دجیل کیس کا ٹرائل شروع ہوا۔کارروائی کا آغاز ہی خوں ریز تھا۔پہلے ۸ر نومبر ۲۰۰۵ء کو صدام حسین کے شریک ملزم کے وکیل بغداد میں قتل ہوئے۔بعدازاں ۸ر نومبر ۲۰۰۵ء کو یکے بعد دیگرے صدام حسین کے شریک دیگر ملزمان کے وکلاء شہر کی شاہراہوں پر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔۲۳ر جنوری ۲۰۰۶ء کو جب ٹریبونل کے چیف جج رزقار محمد امین کو ملزم صدام حسین کے ساتھ نرمی دکھانے پر ہٹا کر کرد جج رؤف راشد عبدالرحمٰن کو چیف جج تعینات کیا گیا تو صاف نظر آنے لگا تھا کہ صدام حسین کیخلاف ٹریبونل کا فیصلہ کیا ہوگا؟ یہ یقین کر لینے کے بعد کہ مقدمے کی کارروائی رسمی ہے اور ٹریبونل امریکہ کے ایما پر بہرصورت انہیں سزائے موت سنانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔صدام حسین نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہیے تھا۔انہوں نے مقدمے میں کارروائی کے دوران حاضری کے ذریعے اپنا مافی الضمیر مؤثر طور پر عراق اور عرب عوام تک پہنچایا۔کہا جاتا ہے کہ جب شیعہ عراقی وزیراعظم کے تعینات کرد جج نے صدام حسین کو موت کی سزا کا فیصلہ سنایا تو صدام حسین نے اللہ اکبر، عراق زندہ باد، عراقی عوام زندہ باد کے نعرے لگائے۔وہ قرآن تھامے ہوئے تھے اور یہی قرآن تھام کر صدام حسین نے موت کا پھندا چوم کر گلے میں ڈال لیا۔

صدام حسین اب اس دنیا میں نہیں رہے مگر جس جگر داری کے ساتھ صدام حسین نے موت کو گلے لگایا۔اس سے امریکہ سمیت عالم اسلام دشمن طاقتوں کو واضح ہو گیا ہے کہ مسلمان چاہے کتنا ہی بے عمل یا کیسا ہی گیا گزرا کیوں نہ ہو، جب وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ پر یقین کامل کے ساتھ باطل کے مقابل کھڑا ہوتا ہے تو پھر موت کو سامنے دیکھ کر بھی اس کے قدم ڈگمگاتے نہیں۔وہ سینہ تان کر آگے بڑھتا ہے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر الٹا اسے ڈرا دیتا ہے:

کرو کج جبیں پہ سر کفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلا دیا
جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

(مطبوعہ: روزنامہ ''نوائے وقت''۔سنڈے میگزین۔۷ر جنوری ۲۰۰۷ء)

سیف اللہ خالد

خطرے کی گھنٹی

قیامِ پاکستان سے قبل امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے پاس چند طلباء آئے اور شکوہ کیا کہ اسلامیہ کالج میں داڑھی نہیں رکھنے دی جاتی۔

برصغیر کے اس سب سے بڑے خطیب نے کہا:

''مگر خالصہ کالج میں تو ایسی کوئی پابندی نہیں۔''

کچھ ایسی ہی صورتحال اسلام آباد کے حوالے سے درپیش ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت میں مسجد خطرے میں گھر چکی ہے اور مدرسہ وہ بھی خواتین کا مدرسہ ناقابل برداشت قرار دے دیا گیا ہے۔حکومت نے کمال ''جرأت'' کے ساتھ نہ صرف مسجدوں پر یلغار کر دی ہے بلکہ ایک فہرست جاری کی ہے کہ کوئی شبہ میں نہ رہے۔ایک دو نہیں کئی مساجد گرا دی جائیں گی۔

پاکستان کے وفاقی دارالحکومت سے آنے والی یہ روح فرسا خبریں ہی کیا کم اذیت ناک تھیں کہ واشنگٹن سے یہودی خاتون صحافی Deplane کے ای میل نے گویا ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا ہے۔جواب دینے کی ہمت نہیں رہی مگر خوف یہ ہے کہ ضدی خاتون نے ٹیلی فون کر کے یہی بات کہہ دی تو کیا جواب دیا جا سکے گا۔Deplane نے مسجد کی شہادت والی خبر امریکی اخبار سے نقل کر کے لکھا ہے:

''اسلامی جمہوریہ کے شہریوں کو مبارک باد! اب امریکہ، بھارت اور دیگر ممالک اس فیصلے کی روشنی میں مساجد پر پابندی لگائیں تو کیا یہ جائز نہیں ہوگا؟''

اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ روشن خیالی کی جارحانہ پیش قدمی اور اسلامی شعائر کو دبا دینے کے مسلسل عمل میں مساجد کو نشانہ بنانے کا آغاز تو اسی دن ہو گیا تھا جب ٹونی بلیئر کی آمد پر فیصل مسجد میں اذان ممنوع قرار دے دی گئی اور اس فیصلے کا المیہ ایک دینی اسکالر عبدالجبار شاکر کے ''مجبور و دستیاب'' کندھوں پر ڈال دیا گیا مگر یہ یقین نہ تھا کہ بات یہاں تک پہنچے گی۔البتہ دو ہفتے قبل ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کے روشن خیال مجتہد چیئرمین کے اس مؤقف نے کہ:

''تجاوزات قرار دی جانے والی مساجد کو گرانا جائز ہے۔''

خطرے کی گھنٹیاں ضرور بجا دی تھیں۔مگر سوال یہ ہے کہ جامعہ فریدیہ اور جامعہ حفصہ اور دیگر کئی مساجد تو تجاوزات میں شامل ہی نہیں باقاعدہ زمین خرید کر تعمیر کی گئی ہیں۔ان کے خلاف کارروائی کا جواز؟

اس سوال کا جواب ان مساجد و مدارس کو ملنے والے نوٹس میں واضح ہے:

''یہ درس گاہیں اسلام آباد کے ماسٹر پلان کے خلاف ہیں''

سوال یہ ہے کہ اسلام آباد کے بے شمار سیکٹروں میں تعمیر ہونے والے گرجا گھر کونسے ماسٹر پلان کا حصہ ہیں اور اسلام آباد سے باہر واقع چکلالہ ائیر پورٹ کے قرب و جوار کی مساجد تو ہیں ہی اسلام آباد کی حدود سے باہر ان کا ماسٹر پلان سے کیا تعلق؟ کون نہیں جانتا کہ ماسٹر پلان کا بیڑہ غرق تو خود حکومت نے کیا ہے۔ اس کی آشیر باد یافتہ مافیاز اور محکمے پورے اسلام آباد کا حلیہ بدلتے جا رہے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں درختوں کی کٹائی' کیا ماسٹر پلان کے مطابق تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ معاملہ ماسٹر پلان کا ہے نہ کسی کی سیکورٹی کا' اصل معاملہ اسلام کی شناخت کا ہے۔ ترکی سے مصر تک کی داستان گواہ ہے کہ جب ملک کو اسلام کی شناخت مٹا کر سیکولر بنانا مقصود ہو تو اس کے لیے اوّلین سطح پر دو طبقات کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اوّل خواتین کو آزادی کا چسکا لگایا جاتا ہے تو دوسری طرف دینی طبقے کی زندگی اجیرن کرنے اور دینی علامات کو مسمار کرنے کا کام کیا جاتا ہے۔

اس میں اختلاف نہیں کہ وفاقی دارالحکومت کی سیکورٹی کے حوالے سے حساس رویہ اختیار کیا جانا چاہیے مگر اس بہانے مساجد کا شہید کیا جانا اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہ خوفناک حقیقت ہے کہ راولپنڈی اور اسلام آباد میں ایک منصوبہ بندی کے ساتھ مسیحی آبادی بڑھ رہی ہے اور بی بی سی جیسا ادارہ اس برس اسلام آباد اور کابل کو کرسمس سٹی قرار دیتا رہا ہے۔ سیکورٹی کے ذمہ دار ادارے نہیں جانتے کہ راولپنڈی کے تمام نشیبی علاقوں میں قائم ہوتی کچی بستیاں کون بنا رہا ہے؟ کونسی اقلیت ہے جو یہاں اپنی تعداد بڑھاتی چلی جا رہی ہے۔ سیکورٹی کے ذمہ داران کو مساجد تو نظر آ گئیں مگر اسلام آباد اور راولپنڈی میں کھمبیوں کی طرح اُگ آنے والے گرجے اور قادیانی عبادت گاہیں اور مسیحیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کیا خطرے کی گھنٹی نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو اس کا نوٹس کون لے گا؟

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

22 فروری 2007ء
جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

پاکستانی مؤرخین اور مولانا ابوالکلام آزادؒ

ہماری سوسائٹی مختلف مذہبی مکاتیب فکر میں بٹی ہوئی ہے۔ اور ہماری سماجی زندگی، قومی وملی مسائل اور کارگزاریوں اور طرز فکر پر ان کی مہر لگی ہوئی ہے اور مسلمانوں کے ذہنوں پر ان کی سخت گرفت ہے۔ اگر ہم ان پر ایک سرسری نظر ڈال لیں تو جو کچھ ان کا فہم ہے، بہت آسان ہو جائے گا۔

۱۔ حضرت شاہ ولی الہ محدث دہلوی کے طرز فکر، ان کے دینی، سماجی اور معشرتی مجتہدات نے جو ایک مکتب فکر پیدا کر دیا تھا۔ پچھلی تین صدیوں میں ہندوستان کا سب سے بڑا علمی، فکری اور انقلابی مکتب فکر رہا ہے۔ اہل حدیث اور دیوبندی اہل سنت والجماعت اگرچہ اب الگ الگ منظّم ہو کر دو مختلف مکاتب فکر بن گئے ہیں اور پھر وہ بھی تقسیم در تقسیم کے عمل کے بعد کئی دھڑے بن گئے۔ اسی مکتب فکر کے یہ دو اہم اور معتبر رکن ہیں اور دونوں حضرت محدث دہلوی سے نسبت پر فخر کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جو حضرت شاہ صاحب کے بڑے صاحب زادے تھے اور ان کے جانشین ہوئے، پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہندوستان کے دارالحرب ہو جانے کا اعلان کیا تھا۔ اگرچہ اس وقت شاہ عالم ثانی کی نام نہاد حکومت قائم تھی۔ یہ اعلان اصطلاحاً ایک فتوے کی صورت میں تھا لیکن آج مجرد اس اعلان نے انگریزوں کے خلاف اور ان سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے طبل جنگ بجا دیا تھا۔ اس اعلان کی اسلامی نوعیت اور فتوے کی شرعی حیثیت نے مسلمانوں پر فرض کر دیا تھا کہ وہ انگریزوں کے قبضہ واستیلا سے ملک کو آزاد کرائیں۔

۲۔ دوسرا بریلوی مکتبہ فکر تھا جس کے بانی مبانی مولانا احمد رضا خاں تھے، ان کا مشہور فتویٰ ''الاعلام بان الھند دارالاسلام''، بہت مشہور ہے۔ جس نے انگریزوں کے ملک پر قبضہ وتسلط کے بارے میں صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ انگریزوں کے قبضے سے ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ شاہ عبدالعزیز کے فتوے کے سو سال سے زیادہ مدت بعد کا فتویٰ ہے جب کہ انگریز ہندوستان کے چار کھونٹ پر قبضہ کر چکا تھا۔ یہ ''اعلام'' شاہ عبدالعزیز کے فتوے کی کھلی مخالفت اور اس کا رد تھا۔

۳۔ علمائے بدایوں اعلام کی اشاعت سے پہلے سے یہی خیالات رکھتے تھے۔ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کی تحقیق بھی یہی تھی اہل حدیث میں بھی اس خیال کی ایک جماعت موجود تھی اور دیوبندی بزرگوں میں ان کی شاخکے علماء بھی اس ذوق سے نا آشنا نہ تھے۔

۴۔ علی گڑھ کے بزرگ نے اگرچہ کسی مذہبی مکتب فکر کی بنیاد نہیں ڈالی تھی لیکن ایک پختہ سیاسی مکتب فکر پیدا کر دیا تھا جو برٹش حکومت اور اس کے اقتدار کے بارے میں شدید جذبات سے تعمیر ہوا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ انگریزی حکومت ہندوستان کے لئے خدا کی رحمت اور اس کا سایہ ہے۔ ان کی دعا تھی کہ انگریزی حکومت تا دیر ہی قائم نہ رہے بلکہ وہ دائمی اور ابدی ہو۔

اہل علم اور اصحاب نظر سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوسکتی کہ ان بزرگوں نے نہ صرف یہ کہ تحریک آزادی وطن میں حصہ نہیں لیا بلکہ آزادی کی تحریک کی مخالفت کی۔ آزادی کے رہنماؤں شجاع الدولہ، سلطان ٹیپو وغیرہ کو بے وقوف کہا اور یہ

کہ انہیں انگریزوں کی مخالفت مول نہیں لینی چاہیے تھی ۔جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین کو اتنی گالیاں دی گئیں کہ شاید تاریخ میں کسی جماعت کو نہ دی گئی ہوں گی ۔اگر چہ سرسید مرحوم کے بعد علی گڑھ کے طلبہ کی ایک جماعت گردوپیش کے حالات سے متاثر ہوئی اور وہ اپنے قدم تحریک آزدی وطن کے میدانِ تگ وتاز سے روک نہ سکی ۔سیاسی مسلک کے اعتبار سے یہ سرسید مرحوم سے باغی جماعت تھی ۔

اب میں آپ حضرات کو اس طرف توجہ دلاؤں گا کہ مولانا ابوالکلام آزاد ولی اللہی مکتب فکر کی ایک اہم شخصیت تھے اور اس بات پر پختہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور اس کی حیثیت کو بدلنے کے لیے جدوجہد اسلامی فریضہ اور داخل جہاد ہے ۔اب غور فرمائیے کہ دارالحرب کے مخالفین اور انگریزی حکومت کو''دارالاسلام'' سمجھنے والوں کو ابوالکلام کا دشمن ہونا چاہئے تھا یا دوست؟ آپ اسے دشمنی نہ کہیے ۔تضاد بھی تھا تو اتنا شدید کہ یہ دونوں کبھی ایک جھنڈے کے تلے جمع نہیں ہوسکتے تھے ۔اس کا اندازہ سرسید مرحوم کے اس جوش سے لگایا جاسکتا ہے جو کانگریس کی مخالفت میں اور ۱۸۵۷ء کے مجاہدین آزادی کے بارے میں انہیں تھا ۔

مولانا ابوالکلام آزاد ولی اللہی تھے لیکن ولی اللہی فکر کی دیوبندی اور اہل حدیث دونوں ''جماعتوں'' سے ان کا تعلق نہ تھا ۔دونوں جماعتوں میں دوگروپ شروع ہی سے نہ ان کے حمایتی تھے اور نہ ان پر اعتماد کرتے تھے ۔میرا اشارہ دیوبند کے تھانوی اور اہل حدیث کے بٹالوی کی طرف ہے ۔البتہ دیوبند کے انقلابی گروپ جس کے رہنما سید حسین مدنی اور اہل حدیث پنجاب کے قصوری اور امرتسر کے غزنوی خانوں اور بہار و بنگال میں اہل حدیث مکتب فکر کی ایک بڑی جماعت سے ان کے ہمیشہ بہت گہرے تعلقات رہے تھے خصوصاً عظیم آباد کے خاندان رفیع الارکان کے وہ نہایت عقیدت کیش تھے اور ان کے اخلاف سعید سے ان کے اچھے تعلقات آخر تک رہے ۔

اور جن جماعتوں اور گروہوں نے مولانا آزاد سے اختلاف کیا تھا، ان کا دائرہ تنقید وتردید سیاست تک ہی کہاں تھا ان میں بعض کو ہمارے بزرگوں کا خدا اور اس کے رسول پر ایمان بھی قبول نہ تھا ۔سیاسی اختلافات کیوں کر رفع ہوسکتے تھے ،جو شکایات انہیں ہمارے بزرگوں سے تھیں، وہ نہ ہوتیں تو دوسری پیدا کر لیتے ۔ان کی سیرت کی خوبی تائید وحمایت کے بجائے تردید ومخالفت میں نمایاں ہوئی ۔

مذکورہ مکاتب اور ان کے فروغ کے سوا بریلوی ،بدایونی ،فرنگی محلی ،علی گڑھ مکاتب فکر کے بعض افراد سے مولانا آزاد کے اخلاقی مروت کے تعلقات ضرور تھے لیکن مجموعی طور پر ان سے لگاؤ کے نہیں لاگ کا تعلق تھا ۔

اس تجربے کی بعد جب ہم وقت کے اہل علم اور اصحاب قلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا تعلق کسی نہ کسی مکتب فکر سے تھا ۔کوئی ایسا نہ تھا جسے اس کے ذوق علمی اور سیرت کی بنا پر مؤرخ کہا جائے ۔جیسا کہ ہم نے جادوناتھ سرکار، ڈاکٹر تاراچند، علامہ شبلی ،سید سلیمان ندوی جیسے مؤرخین کی شہرت سنی ہے ۔

یہ تصریح میں نے اس لئے کی ہے کہ میرے خیال میں ہر وہ تعلیم یافتہ جس نے تاریخ ،یا سیاسیات میں ایم ۔اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرلی ہو وہ کسی کالج یا یونیورسٹی میں تاریخ وسیاسیات پڑھانے کا استحقاق حاصل کر لیتا ہے یعنی

استاد بن جاتا ہے، مؤرخ اور سیاست داں کہلانے کا مستحق نہیں ہو جاتا۔

ایسا بھی نہ تھا کہ میدان قابل اور دیانت دار مؤرخین سے بالکل ہی خالی ہو۔ بلاشبہ بہت سے حضرات جن کے ہاتھ میں قلم اور منہ میں زبان تھی، انہوں نے اپنے آپ کو پاکستان کے رہنماؤں میں شمار کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ ان کی بعض تحریریں اخلاق کے نام پر دھبہ ہیں۔ ایسے اہل قلم اور مؤرخین میں مہاجر بہ کثرت تھے۔ ایک صاحب نے انڈیا ونس فریڈم کی اشاعت پر ایک چٹپٹی تنقید پڑھ کر بیان دیا کہ مولانا آزاد جن کا کھاتے ہیں انہی کا گائیں اسلام پر رحم فرمائیں۔ لکھنؤ کے ایک صاحب کی کتاب پر مولانا عبدالماجد دریابادی نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا مسلم لیگ کا دفاع خوب فرمایا۔ ایک صاحب نے ابوالکلام اور حسین احمد کے خلاف دشنام کا اچھا مجموعہ مرتب کر دیا۔ لکھنؤ کے ایک صاحب کو صرف اس بات سے غرض تھی کہ ۱۹۳۷ء کی وزارت سازی کے سلسلے میں مولانا نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ مولانا کے بیان سے مسلم لیگ سے ان کے اخلاص پر زد پڑتی تھی۔ یہ بات ان کے مفاد کے خلاف تھی۔ حالانکہ ان کے لکھنؤ ہی کے دو ساتھیوں نے ان کے بیان کی تردید کر دی اور کئی دوسرے حضرات جن میں پروفیسر خلیق احمد نظامی بھی شریک تھے، ان کے بیان کی تردید اور حالات کی وضاحت تفصیل سے کر دی۔ ایک صاحب نے ''پاکستان کی تاثراتی تاریخ'' تحریر فرمائی۔ اب جب تک تاثرتی تاریخ کو ایک تاریخ کی ایک اعلیٰ قسم نہ تسلیم کر لیا جائے اس پر تبصرہ و تنقید کی نظر کیوں کر ڈالی جا سکتی ہے۔ ایک صاحب جو برسہا برس تک اخبار میں صرف قائداعظم اور تحریک پاکستان کے ہی پر مضامین لکھتے رہے تھے ان کے خیال میں انہی دونوں موضوعات پر کوئی مستند کتاب نہیں لکھی گئی۔ ایک صاحب نے علامہ اقبال کی زندگی کے آخری چند برسوں کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ اس میں نہایت شوق و دلچسپی سے لکھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد پنجابی النسل تھے اور ان کے باپ دادا کھیم کرن ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا اور میرے بزرگ دوست شورش کاشمیری سے معذرت کر لی اور مرحوم شورش نے ان کی معذرت قبول کر لی۔ میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے دوست کی روح کو بے چین کروں۔ کھیم کرن سے مولانا آزاد کے باپ دادا کے تعلق کو اسی ماخذ سے ''تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت'' کے مؤلف نے بھی بیان کیا ہے لیکن غیر معتبر روایت اور نا کافی حوالہ گرچہ اسلوب بیان قدرے سلجھا ہوا ان کا انتقال ہو گیا، زندہ ہوتے تو کیا تعجب کہ وہ بھی رجوع کر لیتے۔ مولانا آزاد کی سیاسی شخصیت اور ان کی خدمات کا اعتراف بھی کیا گیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد پر تنقید بھی کی گئی لیکن جیسے جیسے ۴۵ء تا ۴۶ء کا فاصلہ بڑھتا گیا۔ لوگوں کی جذباتیت کم ہوتی گئی۔ فضا پرسکون ہوتی گئی۔ تنقید میں کمی، سنجیدگی اور توازن پیدا ہوتا گیا۔ اب صاف صاف اعتراف کیا جاتا ہے کہ پاکستان کا مسئلہ تحریک آزادی کے اول روز سے نہ تھا۔ ایک درمیانی دور میں پیدا ہوا۔ تحریک پاکستان تحریک آزادی ہی کی ایک شاخ ہے۔ مولانا آزاد تحریک آزادی کے رہنما اور مجاہد تھے اس لئے اس کی شاخ کی سیرابی میں ان کے حصے کا انکار کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔

سیاسی تاریخوں اور تذکروں میں بے محابا اعتراف اور راست تعریف اور مدح نہیں ہوتی۔ ذہنی تحفظ ضرور ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ یہ گردوپیش کا تقاضا اور مخصوص فضا کا لازمہ ہوتا ہے۔ بہر حال مولانا آزاد کی سیاسی شخصیت، ان کی حقیقت پسندی، ان کی راست فکری اور ان کی خدمات کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔ ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

سرسید مرحوم کے مسلک کے ایک مؤرخ نے آزادی کی تحریک کی تاریخ کئی جلدوں میں لکھی اور اس اصول پر کہ ۱۸۵۷ء کا واقعہ غیر منظّم اور بے نتیجہ تھا لیکن وہ سرسید مرحوم کے خیالات کے مطابق محض غدار اور فساد نہ تھا۔ جنگ آزادی وطن پر جان نچھاور کرنے والے تھے۔ شجاع الدولہ، سلطان ٹیپو وغیرہ بے وقوف نہیں سچے جان نثاران وطن تھے۔ آزادی اور اسکے نتیجے میں پاکستان کا وجود میں آنا انہی جاں بازان وطن کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ ان قربانیوں کے بغیر حصول آزادی کا خواب پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ مولانا آزاد کو زبردست خراج عقیدت ہے۔

اسی مسلک اور مکتب فکر کے ایک دوسرے مؤرخ نے ''علماء میدان سیاست میں'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی۔ انہوں نے علماء کے ذوق حریت پسندی اور ان کے ایثار اور قربانیوں کا ذکر کیا اور شروع سے آخر تک اور متقدمین سے متأخرین تک علماء کے تذکار میں ان کے احترام کو روا رکھا اور ان کی خدمات کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا۔ ان کا انداز فکر ناقدانہ ہے لیکن کسی کے شخصی احترام سے سرمو انحراف نہی کیا۔ اس میں مولانا محمود حسنؒ محدث دیوبندی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی ہیں۔ ان کی سیاست پر تنقید سے بھی کام لیا اور اختلاف بھی کیا ہے۔ لیکن حضرات! ہم نے ان کے حق اختلاف سے کب انکار کیا تھا جب کہ ہم ان کی سیاست کو نشانہ تنقید بنا چکے ہیں تو ان کو تنقید سے کیوں کر روک سکتے ہیں۔ اس کا تو ہم دل میں بھی خیال نہیں لاسکتے۔ ہم ان کی تنقید کے ہرگز شکوہ سنج نہیں۔ ڈاکٹر ایس معین الحق اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی دونوں کے رویے شریفانہ اور انداز تحریر علمی اور تنقید متوازن ہے۔ ہم تو بہت پہلے سے محمد علی جناح، ان کے رفقائے سیاست ان کے کارکنوں ان کے صحافیوں اور اہل قلم سے شریفانہ رویے کی توقع رکھتے تھے۔ ۱۸۵۷ کے واقعات اور جنگ آزادی کے مجاہدین کے بارے میں قریشی مرحوم کا رویہ بھی وہی ہے جو ایس معین الحق کا ہے۔

ہم ان بزرگ مؤرخین کو کیوں کر رد کر سکتے ہیں جن کی حقیقت پسندی نے ان کے بزرگوں کے غیر حقیقت پسندانہ سوچ کو ترک کر کے اور برٹش حکومت کے سایہ رحمت کے تصور اور ان کے دوامی ہونے کے عقیدے سے تائب ہو چکے ہوں اور وہ ہمارے بڑے قابل احترام بزرگ ہیں۔ ان کی عزت کرنا ہم پر لازم ہے۔ ان حضرات کا یہ رویہ ۱۹۷۰ کے بعد سامنے آیا۔ جب کہ ۴۶۔۱۹۴۵ کے الیکشن کے زمانے کے بزرگ ختم ہو چکے تھے اور اس وقت کے نوجوان بڑھاپے کی حدود میں پہنچ کر جوش سے عاری ہو چکے تھے اور خیالات میں ٹھہراؤ اور سکون پیدا ہو گیا تھا۔

بعض کتابیں قیام پاکستان کے ابتدائی ایام میں لکھی گئی تھیں۔ اس وقت تک صحافیوں اور کارکنوں کا جوش ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ کے نعروں کی گونج دماغوں میں باقی تھی۔ اور اسلامی نظام کے نفاذ کا جوش بے چین کیے ہوئے تھا۔ ان کتابوں کی کمزوری یہ تھی کہ پاکستان کی تجویز کو تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ سمجھ لیا گیا تھا۔ حال آں کہ اس پر مسلمانوں ہی کا نہیں جنگ آزادی کے فریق غیر مسلم برادران وطن اور برٹش انتظامیہ کا اتفاق ہونا بھی ضروری تھا۔ ۳؍جون ۱۹۴۷ سے پہلے یہ نظریہ زیر تصفیہ تھا اور ضروری تھا کہ بحث ونظر کا ہدف بنے۔ ۳؍جون کو بالآخر تصفیہ ہو گیا۔ تقسیم کے فارمولے اور عمل سے بہت سی خوش فہمیوں پر اوس پڑ گئی۔ ایک غلطی کہ نظریۂ پاکستان کو اسلام کا مترادف سمجھ لیا گیا۔ بعد کی غلطی یہ ہوئی کہ ابوالکلام و حسین احمد مدنی کو نظریۂ پاکستان کا یعنی اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھ لیا گیا۔ اور جو تھا نا خوب وہی خوب ہوا ان کے لئے ہر نا روا ہو گیا

جس طرح غصے اور اشتعال میں آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں جوش و جذبات کے عالم میں حقیقت اور سچائی بھی نگاہ سے اوجھل ہو جاتی ہے ایسے عالم میں آدمی کچھ بھی کر گزرتا ہے۔ ابوالکلام کے ساتھ بھی یہ ظلم روا رکھا گیا۔ اب اس کا شکوہ لا حاصل ہے۔ تاریخ اپنے کتنے ہی اوراق پلٹ چکی ہے۔ جو وقت گزر چکا ہے پلٹ کر نہیں آسکتا۔ پاکستان ناگزیر تھا۔ تاریخ پاکستان کے اسی ابتدائی دور کی کتاب ہے اگر جوش و جذبات اور خوش فہمیوں کی کوئی قیمت ہو تو گراں بہا تصنیف ہے۔

اسی دور کی متعدد کتابوں میں مسٹر محمد علی جناح کے اس بیان کی داد دی گئی ہے جس میں مولانا ابوالکلام آزاد کو ''شو بوائے'' کہا گیا تھا۔ لیکن پیرزادہ عبدالستار جو اس وقت مسٹر محمد علی جناح کے پرائیویٹ سکریٹری تھے کا بیان ہے کہ جناح صاحب سے اس بیان کی نسبت درست نہیں۔ اگرچہ بات ایسی نہیں لیکن پیرزادہ صاحب کے بیان کو چیلنج کرنا مقصود نہیں۔ اب اس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

حضرات! مؤرخین میں پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ بھی ہیں۔ جن کی زبان و قلم پر مولانا آزاد کے لئے ہمیشہ کلمۂ خیر ہی آیا۔ مولانا غلام رسول مہر، مولانا آزاد کے عاشق صادق تھے۔ انہوں نے پاکستان میں مولانا کے مطالعے اور تذکرے کا جواز پیدا کیا۔ شورش کاشمیری' مولانا آزاد کے عقیدت کیش تھے۔ انہوں نے مولانا سے محبت کرنے کی تحریک پیدا کی۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے اخلاق و سیرت سے اپنے درس و صحبت سے مولانا کی سیرت کے نقش اجاگر کیے۔ شورش نے ۱۹۵۸ میں ابوالکلام اکادمی لاہور ڈاکٹر سید عبداللہ کی صدارت میں قائم کی اور خاکسار کو اس کا سکرٹری بنایا۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے اپنا توبہ نامہ اور معذرت چھپوا کر اپنی طبع کی سلامتی ذہن کے توازن، قلم کی دیانت اور سچائی سے اپنے عشق کا ثبوت دیا۔

ان کے ساتھ مرزا ادیب اور احمد ندیم قاسمی کو بھی شامل کر لیجئے یہ مشہور اہل قلم ہیں۔ ان کے قلم اجمالاً اور تفصیلا اور ضمناً اور مستقلاً اتنی بار مولانا آزاد کا تذکرہ محبت اور عقیدت اور احترام و تواضع سے کر چکے ہیں کہ شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ابوالکلام کا جب تذکرہ کیا عقیدت و محبت کے ساتھ کیا۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب جو اہل حدیث مکتب فکر کی ایک اہم شخصیت ہیں، مؤرخ اور وقائع نگار کی حیثیت سے محتاج تعارف نہیں۔ ان کے ذوق کی بلندی، طبع کی سلامتی، ذہن کے توازن اور قلم کی دیانت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے کہ کتب خانہ خدا بخش کی مطبوعہ کتاب مولانا ابوالکلام آزاد کا مطالعہ فرمالیں اور کسی تردد میں نہ پڑیں۔

مولانا آزاد کے بارے میں اہل علم، اصحاب نظر، ماہرین تعلیم جن میں مؤرخین بھی شامل ہیں ان کے موجودہ رویے کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ قیام پاکستان کے ابتدائی ایام میں جہاں مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے کوئی صحبت بہم نہ تھی، سرکاری کالجوں اور لائبریریوں میں ابوالکلام کی کتابوں کی خریداری پر پابندی تھی۔ آج پاکستان میں ان کے نام پر لائبریریاں اور تحقیقی ادارے قائم ہیں۔ ایسے پبلشرز ہیں جو صرف ابوالکلام کی کتابیں اور ان پر کتابیں چھاپتے ہیں۔ اور پاکستان کی تقریباً ۱۰۰ یونیورسٹیوں میں اور ان کے اردو، اسلامیات، صحافت، تعلیم، سیاسیات کے شعبوں میں ابوالکلام کے مقالات و کتب نصاب میں شامل ہیں۔ ایم۔ اے کے تحقیقی مقالات سے لیکر ایم فیل اور پی ایچ ڈی تک کے پچاسوں مقالات لکھے جا چکے ہیں اور مستقبل کے لئے فتح ابواب میں مزید تحقیق کیلئے وسیع امکانات پیدا کر دیئے ہیں۔

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

چاند کب نظر آئے گا؟

(محرم ۱۴۲۸ھ تا محرم ۱۴۲۹ھ۔ مطابق جنوری ۲۰۰۷ء تا جنوری ۲۰۰۸ء)

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)	(۷)	(۸)
نام ماہ اور ایام ماہ	اجتماع شمس وقمر کی تاریخ دن اور وقت	چاند کی عمر بوقت غروب آفتاب	غروب آفتاب کے کتنا بعد تک چاند افق پر کھڑا رہے گا	رویت ہلال کی امکانی تاریخ اور چاند کی عمر	اوّل چاند کی امکانی انگریزی تاریخ	ناممکن رویت والی شام	نیومون سسٹم میں چاند کی پہلی رات
محرم ۱۴۲۸ھ ۲۹ دن	۲۰۰۷_۱_۱۹ جمعہ ۷ بجے صبح	۱۱:۰۰	۲۱ منٹ	۲۰۰۷_۱_۲۰ ۳۵ گھنٹے	۲۰۰۷_۱_۲۱	۲۰۰۷_۱_۱۹	۲۰۰۷_۱_۱۹
صفر ۳۰ دن	۲۰۰۷_۲_۱۲ ہفتہ سوا سات بجے شام	ابھی چاند پیدا ہ نہیں ہوا ایک گھنٹہ باقی ہے	ابھی چاند پیدا ہی نہیں ہوا	۲۰۰۷_۲_۱۸ ۲۳ گھنٹے	۲۰۰۷_۲_۱۹	۲۰۰۷_۲_۱۷	۲۰۰۷_۲_۱۷
ربیع (۱) ۲۹ دن	۲۰۰۷_۳_۱۹ سوموار پونے چھے بجے صبح	پونے تیرہ گھنٹے	۲۹ منٹ	۲۰۰۷_۳_۲۰ ۳۶ گھنٹے ۵۰ منٹ	۲۰۰۷_۳_۲۱	۲۰۰۷_۳_۱۹	۲۰۰۷_۳_۱۸
ربیع (۲) ۲۹ دن	۲۰۰۷_۴_۱۷ منگل ۷ بج کر ۳۶ منٹ شام	۴ گھنٹے ۵ منٹ	۷ منٹ	۲۰۰۷_۴_۱۸ ۲۸ گھنٹے ۵ منٹ	۲۰۰۷_۴_۱۹	۲۰۰۷_۴_۱۷	۲۰۰۷_۴_۱۷
جمادی (۱) ۳۰ دن	۲۰۰۷_۵_۱۶ بدھ۔ ساڑھے دس بجے رات	ابھی چاند پیدا ہی نہیں ہوا ساڑھے تین گھنٹے باقی ہیں	ابھی چاند پیدا ہی نہیں ہوا	۲۰۰۷_۵_۱۷ ساڑھے بیس گھنٹے	۲۰۰۷_۵_۱۸	۲۰۰۷_۵_۱۶	۲۰۰۷_۵_۱۶
جمادی (۲) ۲۹ دن	۲۰۰۷_۵_۱۵ جمعہ سوا چھے بجے صبح	۱۲ گھنٹے ۵۱ منٹ	۳۸ منٹ	۲۰۰۷_۶_۱۶ ۳۶ گھنٹے ۵۱ منٹ	۲۰۰۷_۶_۱۷	۲۰۰۷_۶_۱۵	۲۰۰۷_۶_۱۴
رجب ۳۰ دن	۲۰۰۷_۷_۱۴ ہفتہ ۵ بج کر ۴ منٹ شام	۲ گھنٹے ۲۰ منٹ	۱۱ منٹ	۲۰۰۷_۷_۱۵ ۲۶ گھنٹے ۲۰ منٹ	۲۰۰۷_۷_۱۶	۲۰۰۷_۷_۱۴	۲۰۰۷_۷_۱۴
شعبان ۳۰ دن	۲۰۰۷_۸_۱۳ سوموار ۴ بجے صبح	۱۵ گھنٹے ۶ منٹ	۲۳ منٹ	۲۰۰۷_۸_۱۴ ۳۹ گھنٹے ۶ منٹ	۲۰۰۷_۸_۱۵	۲۰۰۷_۸_۱۳	۲۰۰۷_۸_۱۲

رمضان المبارک ۳۰ دن	۱۱_۹_۲۰۰۷ منگل پونے ۶ بجے شام	۵۷منٹ صرف	چاند۶ منٹ پہلے غروب ہوجائے گا سورج بعد میں	۱۳_۹_۲۰۰۷ تقریباً ۴۹ گھنٹے	۱۴_۹_۲۰۰۷	۱۲_۹_۲۰۰۷	۱۱_۹_۲۰۰۷
شوال ۲۹ دن	۱۱_۱۰_۲۰۰۷ جمعرات ۱۰ بجے قبل دوپہر	۸ گھنٹے ۸منٹ	چاند افق پر موجود نہیں سورج سے پہلے غروب ہوچکا ہے	۱۳_۱۰_۲۰۰۷ ۵۶ گھنٹے ۶ منٹ	۱۴_۱۰_۲۰۰۷	۱۲_۱۰_۲۰۰۷	۱۱_۱۰_۲۰۰۷
ذوالقعدہ ۳۰ دن	۱۰_۱۱_۲۰۰۷ ہفتہ۴ بج کر ۳منٹ صبح	پونے چودہ گھنٹے	صرف۲ منٹ	۱۱_۱۱_۲۰۰۷ پونے ۲۸ گھنٹے	۱۲_۱۱_۲۰۰۷	۱۰_۱۱_۲۰۰۷	۹_۱۱_۲۰۰۷
ذی الحجہ ۲۹ دن	۹_۱۲_۲۰۰۷ اتوار تقریباً پونے گیارہ بجے رات	ابھی چاند پیدا ہی نہیں ہوا پانچ گھنٹے بعد پیدا ہوگا	ابھی چاند پیدا ہی نہیں ہوا	۱۱_۱۲_۲۰۰۷ ۴۳ گھنٹے ۴ منٹ	۱۲_۱۲_۲۰۰۷	۱۰_۱۲_۲۰۰۷	۹_۱۲_۲۰۰۷
محرم ۱۴۲۹ھ	۸_۱_۲۰۰۸ منگل ۴ بج کر ۳۷ منٹ شام	ایک گھنٹہ ۲۲ منٹ	چاند ۷ منٹ پہلے غروب ہوگا، سورج بعد میں غروب ہوگا	۹_۰۱_۲۰۰۸ ۲۵ گھنٹے ۲۲ منٹ	۱۰_۰۱_۲۰۰۸	۸_۰۱_۲۰۰۸	۸_۰۱_۲۰۰۸

مختصر تجزیہ وتبصرہ:

(۱) جو مہینہ دیکھنا ہے، پہلے کالم میں اُس کا نام دیکھیں پانچویں کالم میں ہلال نظر آنے کی تاریخ لکھی ہے۔

(۲) گردوغبار وغیرہ کی صورت میں ممکن ہے اِس تاریخ کی شام ہلال نظر نہ آئے لیکن ہماری دی گئی تاریخ سے پہلے ہلال نظر نہ آئے گا۔

(۳) سورج غروب ہونے سے پہلے ہی چاند غروب ہوجائے تو واضح بات ہے کہ چاند نظر نہیں آئے گا کیونکہ سورج کی دھوپ میں وہ نظر نہیں آتا اور غروب آفتاب کے وقت وہ موجود ہی نہیں۔

(۴) نیومون سسٹم میں بھی سعودی نظام کے مطابق غروب آفتاب سے پہلے نیومون پیدا ہونا اور سورج کا چاند سے پہلے غروب ہونا ضروری ہے مگر عملی طور پر اس کے خلاف یعنی نیومون سحری کے وقت ہوجائے اور سورج کھڑا ہو، چاند غروب ہوجائے، اس کے باوجود پہلی رات یعنی رویت ہلال کا اعلان کردیا جاتا ہے۔ یہی صورت اس سال رمضان، شوال اور ذی الحجہ کے چاند کی ہے کہ چاند غروب ہوچکا ہے۔ سورج کھڑا ہے اور ذی الحجہ کا چاند تو پیدا ہی آدھی رات کو ہوگا۔ پیدائش سے پانچ چھ گھنٹے پہلے چاند دیکھ لینا دن کو تارے دیکھنے والی بات ہے۔ شاید ایسی گواہی دینے والوں کے پاس کوئی الٹراساؤنڈ قسم کی مشین ہو۔

(۵) رجب، شعبان اور رمضان تینوں مہینے تیس تیس دن کے ہوں گے۔

(۶) زمین کی محوری گردش اور سورج کے گرد گردش کے علاوہ چاند کی زمین کے گرد گردش کی وجہ سے ارتفاع قمر یعنی چاند کی بلندی سے فرق پڑتا رہتا ہے۔ اس طرح سورج کے بعد اُس کے غروب کے فرق میں بھی کمی ہوتی رہتی ہے۔ اس سال ربیع (۱) جمادی اور ذی الحجہ کا چاند ارتفاع میں زیادہ ہوگا۔ لہٰذا رمضان کا چاند ایک گھنٹہ، شوال کا چاند سوا گھنٹہ اور ذی الحجہ کا چاند ازسوا گھنٹہ نظر آتا رہے گا۔

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں بند کریں۔(امریکہ)

آپ کے ملک میں بھی ایسا ہو رہا ہے۔(پاکستان)

☆ایک سال میں دو حج ہو سکتے ہیں تو اسمبلی صدر کو دوبارہ منتخب کیوں نہیں کر سکتی؟(وزیر اطلاعات محمد علی درانی)

عقل نئیں تے موجاں ای موجاں!

☆مخلوط میراتھن سے ملک میں فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دیا جارہا ہے۔(لیاقت بلوچ)

لاہور میں بسنت بھی منائی جائے گی۔(پرویز مشرف)

☆عورتیں برقعے جلادیں، مرد پردہ کیوں نہیں کرتے۔(تسلیمہ نسرین)

تو چیچو چیچ گنڈ یری ہے اور رات کی ہیرا پھیری ہے

☆پتنگ بازی پر پابندی ہے صرف بسنت منائی جائے گی۔(حکومتِ پنجاب)

گڑ کھانا، گلگلوں سے پرہیز!

☆فرقہ واریت کے نام پر بننے والی مساجد ختم کی جائیں گی۔(پرویز مشرف)

امریکی ایجنڈے پر مزید پیش رفت!

☆رشوت وصولی پر سب انسپکٹر گرفتار۔(ایک خبر)

تعجب کی بات ہے!

☆مجلس عمل نے مشرف کی موجودگی میں الیکشن لڑنے کا فیصلہ نہیں کیا۔(قاضی حسین احمد)

مشرف کی زیرنگرانی الیکشن میں بھرپور حصہ لیں گے۔(مولانا فضل الرحمن)

☆موجودہ اسمبلیاں صدر کو دس بار منتخب کر سکتی ہیں۔(شیر افگن)

بے نظیر تیسری مرتبہ وزیر اعظم نہیں بن سکتی۔(شیخ رشید)

☆سپریم کورٹ کی جانب سے پتنگ بازی پر پابندی کے باوجود صوبائی حکومت نے کیوں کر اجازت دے دی۔

(قائم مقام چیف جسٹس رانا بھگوان داس)

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ادارہ　　　مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

پرویزی اقتدار کو دوام بخشنے والے اپنے طرزِ عمل کو بدلیں (سید عطاء المہیمن بخاری)

ساہیوال (۲۵ ردسمبر ۲۰۰۶ء) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ مغربی ڈیموکریسی کے ذریعے مروجہ انتخابی سیاست کرنے والے گزشتہ ساٹھ سالوں کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں کہ کیا کھویا کیا پایا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ نیک نیتی اور ڈپلومیسی کے ساتھ اصلاحِ احوال کے متعدد تجربات ناکام ہوئے ہیں لیکن تازہ ترین تلخ تجربہ تو سب کے سامنے ہے کہ ''سرکاری نسواں بل'' کو منظور کروانے کی بلاواسطہ اور بالواسطہ موجب کون کون سی قوتیں بنی ہیں۔ وہ ساہیوال میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے امیر قاری منظور احمد طاہر کے صاحبزادے حافظ خالد محمود کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کے موقع پر علماء کرام اور دینی کارکنوں کے وفود سے گفتگو اور صحافیوں سے بات چیت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایل ایف او کے ذریعے جنرل پرویز کے اقتدار کو دوام بخشنے والی قوتوں کو بھی سوچنا چاہیے کہ ان کے اس طرزِ عمل سے ملک وقوم، دینی سیاست اور عوامی رائے پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اگر پوری قوم اُن کے اس طرزِ عمل سے مایوس ہوئی ہے تو پھر ہمارے اِن بزرگوں کو بھی اپنی پالیسیوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری نسواں بل اسلام کی بیخ کنی کا بل ہے اور شرم وحیا کو تار تار کرنے کا کافرانہ قانون ہے۔ اس بل کو قرآن وسنت کے مطابق قرار دینے والے حکمران اور ان کے حاشیہ بردار اسلام میں تحریف کے مرتکب ہو رہے ہیں اور گمراہی وارتداد اور زندقہ کا راستہ ہموار کیا جا رہا ہے۔

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پاکستان کے جو وفاقی وزیر تعلیم قرآن پاک کے پاروں کی تعداد تیس کی بجائے چالیس بتا رہے ہیں۔ وہ قوم اور اگلی نسل کو کیا تعلیم دیں گے بلکہ جہالت کا سبب بنیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ایسے ہی وزراء کی بدولت درس گاہوں کو کفر والحاد کی نرسری بنانے کی عالمی سازش کا پاکستان کو حصہ بنایا جا رہا ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ موجودہ پرویزی حکومت غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز کے کفریہ نظریات سے استفادہ کرنے کی بجائے قرآن وسنت سے استفادہ کر کے ہی آئین اور قراردادِ مقاصد کے تقاضے پورے کر سکتی ہے لیکن یہاں تو انکارِ ختم نبوت اور انکارِ حدیث جیسے فتنوں کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ مجلس تحفظ حدود اللہ کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ مجلس احرار اسلام نسواں بل کے حوالے سے مجلس تحفظ حدود اللہ کی مکمل تائید وحمایت کر رہی ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ مکمل غیر سیاسی بنیادوں پر اور تحریک ختم نبوت کی طرز پر مجلس تحفظ حدود اللہ کو منظم کیا جائے اور اس کی عملی جدوجہد کو سیاسی آلائشوں سے پاک رکھا جائے تاکہ تمام مکاتبِ فکر اس کی جدوجہد کا مؤثر حصہ بن سکیں۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے اس موقع پر کہا کہ قادیانی چناب نگر (ربوہ) کے اردگرد مہنگے داموں وسیع پیمانوں پر زمینیں خرید کر پاکستان میں اسرائیل کی طرز کی سازش کر رہے ہیں اور حکومت اس مسئلہ پر مجرمانہ اغماض برت رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی چناب نگر میں مسلم اداروں اور مسلمانوں کے خلاف دن رات خطرناک

اقدامات کررہے ہیں، جن سے اشتعال بڑھ رہا ہے۔انہوں نے الزام عائد کیا کہ امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کی صورتحال چناب نگر میں بالخصوص انتہائی غیر تسلی بخش ہے اور قادیانی ۱۹۷۴ء سے پہلے کی پوزیشن کے خواب دیکھ رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ اگر سرکاری انتظامیہ نے قادیانیت نوازی ترک نہ کی اور آئین کی بالادستی قائم نہ ہوئی تو ہولناک کشیدگی جنم لے گی۔

وزیر تعلیم بتائیں کہ یہ ملک غاصبوں اور لٹیروں کے لیے بنا تھا: سید محمد کفیل بخاری

چیچہ وطنی (۲۶ ردسمبر ۲۰۰۶ء) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ سرکاری نسواں بل تحفظِ نسواں کی بجائے ترویجِ فحاشی وبدکاری کا بل ہے اور سرکاری لیگ کے جن اراکینِ اسمبلی نے اس بل پر دستخط ثبت نہیں کیے۔ہم ان کے اس جرأت مندانہ کردار کو سراہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سرکاری بل کی تائید کرنے والوں نے قوم کی غیرت وحمیت کا پرویزی حکومت کے ذریعے امریکہ سے سودا کیا ہے جو آخر کار بہت مہنگا پڑے گا۔وہ ملتان سے لاہور جاتے ہوئے چیچہ وطنی کے ریجنل دفتر احرار میں میڈیا سے گفتگو کررہے تھے۔انہوں نے کہا کہ وقتی مفادات اور سیاسی گروہ بندی سے ہٹ کر تحفظ حدود اللہ کی تحریک کو خالص دینی بنیادوں پر منظم کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ امریکہ مسلسل پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ آئین کی اسلامی دفعات خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے اینٹی قادیانیت ایکٹ اور قانونِ توہینِ رسالت کو ختم کیا جائے جبکہ پاکستانی حکمران امریکی طوقِ غلامی کی دلدل میں پھنستے چلے جارہے ہیں اور ڈی اسلامائزیشن کے ذریعے ملک کو اس کے اساسی نظریے سے دور ہٹانے کے کفریہ ایجنڈے پر کام کررہے ہیں۔ایسے میں دینی جماعتوں کو نئی صف بندی کے ذریعے موثر کردار ادا کرنے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ قرآن پاک کے چالیس پارے بتانے والے وزیر تعلیم کہتے ہیں کہ یہ ملک ''مُلّا کریسی'' کے لیے نہیں بنا تھا۔ہم پوچھتے ہیں کہ جناب وزیر تعلیم فرمائیں کہ پھر یہ ملک جنرل کریسی، بیوروکریسی، جاگیرداروں اور غاصبوں کے لیے یقیناً بنا تھا؟

مسلمانوں پر ظلم امت میں بیداری کا ذریعہ بن رہا ہے، عالم کفر پریشان ہے: (قاری محمد عمران جہانگیری)

چیچہ وطنی (۲۷ ردسمبر ۲۰۰۶ء) ممتاز برطانوی عالم دین اور ورلڈ اسلامک فورم لندن کے رہنما مولانا قاری محمد عمران جہانگیری نے کہا ہے کہ نائن الیون اور سیون سیون کے بعد پوری دنیا میں مسلمانوں کے لیے عرصۂ حیات تنگ کرنے کی سازشیں امت میں شعور و بیداری کا ذریعہ بھی بن رہی ہیں اور عالمِ کفر اس بیداری سے مزید پریشان ہے۔وہ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے دفتر میں اپنے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کررہے تھے۔اس موقع پر ام المدارس فیصل آباد کے مہتمم مولانا مقبول الرحمٰن انوری، مولانا احسان الرحمٰن، قاری ممتاز الرحمٰن (مری) بھی ان کے ہمراہ تھے۔قاری محمد عمران جہانگیری نے کہا کہ تعلیم وتربیت اور عملی جدوجہد کے بدلتے ہوئے تقاضوں نے مجبور کردیا ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے اپنی جدوجہد کے ثمرات کا جائزہ لے کر عالمی ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی کریں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے میڈیا پر اپنے مؤقف کے مؤثر اظہار کے لیے راہ نکالیں۔کیونکہ اس وقت ساری جنگیں میڈیا کے محاذ پر ہی لڑی جارہی ہیں۔انہوں نے اسلامی اقدار کے دفاع وتحفظ اور ختم نبوت کے ثمرات کا جائزہ لے کر عالمی ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی کریں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے میڈیا پر اپنے مؤقف کے مؤثر اظہار کے لیے راہ نکالیں کیونکہ اس وقت ساری جنگیں میڈیا کے محاذ پر لڑی جارہی ہیں۔انہوں نے اسلامی

اقدار کے دفاع وتحفظ اور ختم نبوت کے محاذ پر مجلس احرارِ اسلام کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا اور توقع ظاہر کی کہ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتیں عالمی کفریہ ایجنڈے کی روشنی میں منکرین ختم نبوت اور قادیانیوں کی اسلام و وطن دشمن سازشوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے مشترکہ لائحہ عمل تیار کریں گی۔ انہوں نے کہا کہ آئین میں موجودہ اسلامی دفعات ہمارے بزرگوں کی دینی جدوجہد کا نتیجہ ہیں اور اُن کا تحفظ ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے۔ ہمیں ان ذمہ داریوں کا ادراک کر لینا چاہیے۔

دینی جماعتیں نفاذِ اسلام کے لیے متحد ہو جائیں (مجلس احرار اسلام کراچی)

کراچی ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۶ء) مجلس احرار اسلام کا ۷۷واں یوم تاسیس ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء تا ۲۰۰۶ء نئے عزم کے ساتھ منایا گیا اور بانیٔ احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مشن حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لیے سرگرمِ عمل ہونے کا اعادہ کرتے ہوئے مولانا احتشام الحق احرار، مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی اور ابومحمد عثمان احرار نے رفقاءِ احرار کو ایک مرتبہ پھر دعوتِ عمل دیتے ہوئے کہا کہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے تربیت یافتہ خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طرزِ عمل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی سچی پیروی کر کے، حکومتِ الٰہیہ کو عملاً قائم کر کے، دنیا میں امن وسلامتی کی عملی تفسیر کو یقینی بنا کر، اللہ کی بندگی کا حق ادا کر دیا اور اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مشن' اسلام کا مشن ہے۔ دفاع توحید و ختم نبوت اور اسوۂ ازواج واصحابِ رسول (ﷺ) کا مشن دراصل قرآن وسنت کا راستہ ہے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ قومی اسمبلی سے حقوق نسواں بل کی منظوری جمہوری سیاست کا سیکولر چہرہ ہے۔ دینی جماعتیں نفاذِ اسلام کے لیے متحد ہو جائیں۔ مجلس احرار اسلام حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لیے قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی قیادت میں سرگرم عمل ہے۔

صدام کی پھانسی پر خوشیاں منانے والے بھی اپنے انجام کو پہنچیں گے: (قائدِ احرار)

لاہور (۳۰ر دسمبر ۲۰۰۶ء) مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ کلمہ شریف پڑھتے ہوئے سولی پر چڑھنے والے عراق کے سابق صدر صدام حسین جبر واستبداد کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اللہ کے حضور پیش ہو گئے ہیں اور امریکی استعمار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی ایک نئی تاریخ رقم کر گئے ہیں۔ مجلس احرار اسلام اور ختم نبوت کے رہنماؤں نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ صدام حسین کی پھانسی کا خیر مقدم کرنے اور اس پر خوشیاں منانے والے ضرور اپنے منطقی انجام تک پہنچ کر رہیں گے۔ ایسی قوتیں جو کچھ بو رہی ہیں وہی کاٹیں گی۔

☆☆☆

اوکاڑہ (۳۰ر دسمبر ۲۰۰۶ء) مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کا اجلاس شیخ نسیم الصباح کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں کہا گیا کہ صدام حسین کی پھانسی سامراجی سازش کا نتیجہ ہے۔ شرکاءِ اجلاس نے سعودی حکام سے اپیل کی کہ وہ اپنے دنیا بھر کے تمام سفارت خانوں کو ہدایت جاری کریں کہ وہ حج اور عمرہ کے لیے دی جانے والی درخواستوں میں عقیدۂ ختم نبوت کا اقرار اور مرزا قادیانی سے برأت کا حلف لازمی قرار دیں' تاکہ قادیانی حرمین شریفین میں داخل نہ ہو سکیں۔ اجلاس میں ناظمِ احرار اوکاڑہ، ناظم نشریات ملتان شیخ حسین اختر لدھیانوی، مولانا اختر ندیم، الیاس ڈوگر، چودھری خالد محمود، مولانا غلام محمود انور، مولانا کفایت اللہ اور دیگر کارکن شریک ہوئے۔

خطبۂ حج عالم اسلام کی رہنمائی اور اسلام دشمنوں کی نشاندہی کرتا ہے: (پروفیسر خالد شبیر احمد)

لاہور (۳۰ر دسمبر ۲۰۰۶ء) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا ہے کہ عرفات میں خطبۂ حج پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے اور روشن خیالی کے نام پر پھیلائی جانے والی اسلام و دشمنی کی ٹھیک نشاندہی کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام صاحب نے دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو تمام مسائل پر انتہائی دردمندی سے خبردار کیا ہے۔ عالم اسلام کے حکمرانوں کو خصوصاً خطبۂ حج میں دی گئی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ خطبۂ حج موجودہ حالات میں امت مسلمہ کے لیے ایک جامع پالیسی کا درجہ رکھتا ہے۔

غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز کے کفریہ عقائد کے حامل افراد حکومتی اداروں پر مسلط کیے جا رہے ہیں (عبداللطیف خالد چیمہ)

چیچہ وطنی (یکم جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے مرکزی مسجدِ عثمانیہ چیچہ وطنی میں نمازِ عیدالاضحیٰ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ امتِ مسلمہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ اور جذبۂ قربانی وایثار کی انتہاء سے اپنی راہِ عمل متعین کر کے اپنا کھویا ہوا وقار وعزت حاصل کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن وسنت کے مطابق اپنی انفرادی واجتماعی زندگی گزارنے کے لیے جس ضابطۂ حیات کی ضرورت ہے۔ وہ قربانی وایثار کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا اور امریکہ سمیت دنیا کے بتوں سے جان چھڑانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم توحید و ختم نبوت اور اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں اپنا کردار ادا کرنے والے بن جائیں۔ انہوں نے کہا کہ عراق کے سابق صدر صدام حسین کو پھانسی کی سزا عدالتی نہیں بلکہ استعمار کی انتقامی کارروائی ہے اور امریکی مفادات کے لیے نام نہاد روشن خیالی کا نعرہ لگانے والے پرویزی حکمرانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ حدود اللہ کو پامال کر کے کافرانہ قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق قرار دینے والے پاکستانی حکمران کفر والحاد اور ارتداد و زندقہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور قوم کو اقتدار اور طاقت کے بل بوتے پر گمراہ کر رہے ہیں۔ زنا کو جرائم کی فہرست سے نکال کر حقوق کی فہرست میں شامل کر کے میڈیا پر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ جیسے پاکستانی خواتین کا سب سے بڑا مسئلہ اور مطالبہ ''حقِ زنا'' حاصل کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری نسواں بل کی پارلیمنٹ سے منظوری کے موقع پر جن سرکاری ارکان نے دستخط نہیں کیے' وہ تاریخ میں امر ہوگئے ہیں اور اس بل پر دستخط کرنے والے اراکین نے قوم کی بہو، بیٹیوں کی عصمت وعزت کو نیلام کرنے اور عورت کو رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

انہوں نے کہا کہ امسال حج کے موقع پر امام حرم کا ''خطبۂ حج'' آج کے عالمی ماحول میں ایک ''مثالی لائن آف ایکشن'' کا درجہ رکھتا ہے۔ نام نہاد روشن خیالی کی مذمت اور مسلم حکمرانوں کی بے حسی کی بابت جن خیالات کا اظہار امام حرم نے کیا ہے۔ وہ پوری امتِ مسلمہ کے عقائد وجذبات کی عکاسی وترجمانی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز کے کفریہ افکار ونظریات کے حامل افراد کو سول اور فوجی بیوروکریسی اور اعلیٰ سطحی حساس عہدوں پر مسلط کر کے ملک کو اس کے قیام کے بنیادی مقصد سے دور ہٹانے کی سازش پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ ایسے میں محبِّ وطن سیاسی قوتوں بالخصوص دینی حلقوں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری نسواں بل کے بعد پرویزی حکومت کے اگلے اہداف قانون تحفظ

ناموسِ رسالت ﷺ اور قانون امتناعِ قادیانیت کو غیر موثر اور ختم کرنا ہے۔ یہ سب کچھ امریکی ایجنڈے کی تکمیل کا حصہ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے اقدامات کرنے والے اپنے انجامِ بد کو ضرور پہنچیں کر رہیں گے۔

نسواں بل کے بعد امتناع قادیانیت اور تحفظ ناموسِ رسالت قوانین کو ختم کرنے کی تیاری ہے، علما باخبر رہیں اور عوام کی بروقت رہنمائی کریں۔ مجلس عمل کا کردار لائق تحسین ہونے کے باوجود نا کافی ہے: (مولانا زاہد الراشدی)

لاہور (۵؍جنوری) پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے علماء کرام پر زور دیا ہے کہ وہ مغربی فلسفہ وثقافت کی ہمہ جہت یلغار کے مقابلہ کے لیے خود کو تیار کریں اور پوری طرح باخبر ہو کر شعور اور حوصلہ کے ساتھ رائے عامہ کی رہنمائی کریں۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ تحفظ حقوقِ نسواں ایکٹ مغربی ثقافت اور فلسفہ ونظام کی یلغار کا صرف ایک قدم ہے۔ جس کے تحت زنا کو جرائم کی فہرست سے نکال کر حقوق کی فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے اور اسے نا قابل دست اندازی پولیس قرار دے کر ریاست اور سوسائٹی کا جرم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا ہے اور اب قانونی پوزیشن یہ ہے کہ کوئی جوڑا کھلم کھلا برسرِ عام بھی بدکاری کا ارتکاب کر رہا ہو تو جب تک اس کی باقاعدہ شکایت نہ کی جائے۔ ریاست اور حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور پولیس اس میں مداخلت نہیں کر سکے گی۔ انہوں نے کہا کہ زنا جیسی سنگین برائی کو قانوناً معاشرے کا قابل قبول عمل بنا دینے کے بعد اب امریکی ہدایات کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے قوانین کو غیر موثر بنانے کے لیے اسلام آباد میں تیاریاں کی جارہی ہیں اور اس کی راہ ہموار کرنے کے لیے کروڑوں ڈالر تقسیم کیے جارہے ہیں۔ اس لیے علماء کرام اور دینی کارکنوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حالات سے پوری طرح باخبر رہیں اور مسائل سے واقفیت حاصل کر کے عوام کی ہر سطح پر رہنمائی کریں۔ انہوں نے بتایا کہ ''مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے فرمایا تھا کہ ترکی میں سیکولرازم کی کامیابی اور دینی حلقوں کی ناکامی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ وہاں کے علماء کرام اور مشائخ عظام کے پاس فرصت نہیں تھی کہ وہ اپنے معمول کے کاموں سے ہٹ کر اس کشمکش کے لیے وقت نکال سکیں اور اس میں کوئی کردار ادا کر سکیں۔ اس لیے ہمیں پاکستان میں اس تجربہ کو نہیں دہرانا چاہیے اور ملی ودینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مولانا زاہد الراشدی نے بتایا کہ وہ اعلیٰ سطح پر دینی رہنماؤں کے ساتھ رابطہ قائم کر رہے ہیں کہ تمام دینی مکاتبِ فکر کے نمائندہ رہنماؤں کے مشترکہ اجلاس میں مجلس تحفظ حدود اللہ پاکستان کی باقاعدہ تشکیل کی جائے یا کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کا احیاء کر کے اسے متحرک بنایا جائے۔ کیونکہ متحدہ مجلس عمل اس مسئلہ میں جو جدوجہد کر رہی ہے وہ لائق تحسین ہونے کے باوجود نا کافی ہے اور اس جدوجہد کا ناگزیر تقاضا ہے کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کی طرز پر دینی حلقوں کا ایک غیر سیاسی فورم تشکیل دیا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک خط کے ذریعے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے درخواست کی ہے کہ کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی دوبارہ تشکیل کے لیے تمام مکاتبِ فکر کے سرکردہ رہنماؤں کا مشترکہ اجلاس جلد از جلد طلب کیا جائے۔

پیپلز پارٹی، ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بھٹو کی خدمات کو فراموش نہ کرے: (عبداللطیف خالد چیمہ)

لاہور (۶؍جنوری) مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی

کے بانی مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کے نظریات کے علمبردار اور ان کی سالگرہ کی تقریبات منانے والے بھٹو کی مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی فتنے کے تدارک کے لیے خدمات کو فراموش نہ کریں۔ بھٹو مرحوم کی سالگرہ کی تقریبات کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ حاجی نمازی حکمرانوں نے ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس تحفظِ ختم نبوت کو ریاستی طاقت سے بری طرح کچل دیا اور دس ہزار فرزندانِ توحید کے مقدس خون سے اس وقت کی جابر وظالم مسلم لیگی حکومت نے اپنے ہاتھ رنگے جبکہ بھٹو جیسے حکمران نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں پارلیمنٹ کے فلور پر لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی فیصلہ کیا اور ان کی پیپلز پارٹی سمیت تمام اراکین اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد اقلیت کی تائید وحمایت کی۔ خالد چیمہ نے کہا کہ اس فیصلے کے بعد وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قائدِ ایوان کے طور پر پارلیمنٹ میں جو تقریر کی وہ تاریخی اہمیت کی حامل ہے اور قادیانی فتنے کو سمجھنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔ خالد چیمہ نے کہا کہ بھٹو مرحوم کے آخری ایام اسیری میں جیل کی کال کوٹھڑی کے اندر کرنل رفیع الدین جوان کی ڈیوٹی پر مامور تھے، اپنی کتاب ''بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن'' میں لکھتے ہیں کہ احمدیہ مسئلہ، یہ ایک مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے: ''رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔'' ایک بار انہوں نے کہا: ''قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے، اس میں میرا کیا قصور ہے؟'' ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا: ''کرنل رفیع الدین! کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوں۔'' ایک مرتبہ کہنے لگے: ''بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔'' بھٹو صاحب کی باتوں سے میں اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انہیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

سعودی حکومت، گرفتا قادیانیوں کو سخت سزا دے: (مجلس احرار اسلام ملتان)

ملتان (۱۲ر جنوری) مجلس احرار اسلام ملتان کے ناظم نشر واشاعت شیخ حسین اختر لدھیانوی، ضلعی امیر سردار عزیز الرحمٰن سنجرانی، نائب امیر صوفی نذیر احمد، ناظم شیخ بشیر احمد نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ سعودی حکومت نے ۱۰۰ سے زائد قادیانی گرفتار کر کے ان کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے۔ قادیانی مقدس سرزمین میں اپنی ناپاک اور ارتدادی سرگرمیاں پھیلا رہے تھے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ مکہ کانفرنس کے بعد حرمین شریفین میں مرزائیوں کے داخلہ پر سخت پابندی عائد ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے لبادہ میں وہاں پہنچے، زیادہ تر قادیانی ہندوستان کے شہر قادیان مشرقی پنجاب کے رہنے والے تھے۔ قادیانی، اس مقدس سرزمین کی توہین اور بے حرمتی کے مرتکب ہوئے ہیں، انہیں اس گھناؤنے جرم کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ صدام حسین کو پھانسی دینے سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے۔

انہوں نے کہا کہ امریکہ کے دل میں مسلمانوں کے بارے میں بھری نفرت کا پردہ چاک ہو گیا ہے۔ امریکہ نے عالم اسلام کے دل زخمی کیے اور اسرائیل کو خوش کیا ہے۔

ملک پر بدترین ڈکٹیٹرشپ مسلط ہے: مولانا سیف الدین سیف

پرویزی حکومت کے عزائم خطرناک ہیں: چودھری ظفر اقبال

چیچہ وطنی (۲۱ر جنوری) متحدہ مجلس عمل اور جمعیت علماء اسلام (لاہور) کے مشہور رہنما مولانا سیف الدین سیف نے کہا ہے کہ جب تک غیر جانبدار، آزاد، خود مختار الیکشن کمیشن تشکیل نہیں پاجاتا' اس صورت حال میں مجوزہ انتخابات میں حصہ لینا اپنی سیاسی موت کے مترادف ہے۔ وہ چیچہ وطنی کے نجی دورے کے موقع پر احرار ختم نبوت میڈیا سنٹر میں اخبارنویسوں سے گفتگو کررہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کے زیر اثر عدالتیں آزادانہ فیصلے کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اور بدترین ڈکٹیٹر شپ ملک پر مسلط ہے۔ ایسے حالات میں کسی جمہوری عمل کے نتیجہ خیز ہونے کی توقع احمقانہ سوچ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پرویزی حکومت اسلامی واخلاقی قدروں کو مٹانے کے امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے کام کررہی ہے۔ مجلس احرار اسلام لاہور کے امیر چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے اس موقع پر کہا کہ سرکاری نسواں بل حیاء باختہ اور لادین معاشرے کی طرف اگلا قدم ہے۔ ایسے اقدامات نظریۂ اسلام، نظریۂ پاکستان اور آئینِ پاکستان کی نفی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کے عزائم اچھے نہیں ہیں اور اگلے مرحلے میں یہ قانون توہین رسالت ﷺ اور قانون تحفظِ ختم نبوت کو بھی غیر مؤثر کرنے کے عزائم رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا سیف الدین سیف اور چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ کے اعزاز میں ابونعمان چیمہ نے ظہرانہ دیا جبکہ دفتر مجلس احرارِ اسلام میں عشائیہ کا اہتمام کیا گیا۔

میڈیا کے بغیر عالم کفر کا مقابلہ بہت مشکل ہے، صحافی اپنا کردار ادا کریں

چیچہ وطنی کے صحافیوں کے اعزاز میں عشائیہ سے عبداللطیف خالد چیمہ اور صحافیوں کا خطاب

چیچہ وطنی (۲۲ر جنوری) تحریک تحفظِ ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ دنیا میں جدوجہد اور لڑائی کے مورچے بدل گئے ہیں۔ آج سب سے بڑا مورچہ ''صحافت'' کو سمجھا جانے لگا ہے کہ میڈیا انسان کی انفرادی زندگی اور اجتماعی جدوجہد میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ یہ کردار اگر مثبت ہو تو اس کے نتائج بھی مثبت ہوں گے۔ وہ گزشتہ ماہ چیچہ وطنی پریس کلب اور انجمن صحافیاں چیچہ وطنی کے نومنتخب عہدیداران وممبران کے اعزاز میں مجلس احرارِ اسلام کی طرف سے دیئے گئے عشائیہ سے خطاب کررہے تھے۔ چیچہ وطنی پریس کلب کے سرپرست محمد اسلم شیخ، صدر ایس اے ساجد، جنرل سیکرٹری رانا عبداللطیف، محمد سعید اختر، غلام رسول راہی کے علاوہ مجلس احرارِ اسلام کے حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر نے بھی خطاب کیا۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ میڈیا کے بغیر عالمِ کفر کی چیرہ دستیوں کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان نسل کو تعلیم وتربیت اور میڈیا پر دسترس کے مواقع فراہم کئے جائیں تاکہ دنیا میں مظلوم اقوام کے حقوق کے دفاع اور تحفظ کی جنگ مضبوط بنیادوں پر لڑی جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ چیچہ وطنی کے صحافیوں نے بے لوث ہو کر تحریکِ ختم نبوت اور تحریکِ تحفظِ ناموسِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سمیت تمام ایشوز پر مجلس احرارِ اسلام کے ساتھ بے پناہ تعاون کیا اور بعض اوقات دباؤ کے باوجود جس طرح صحافتی ذمہ داریوں کو دیانتداری کے ساتھ ادا کیا ہے' اس کے لیے مجلس احرارِ اسلام ماضی اور حال کے حوالے سے پریس کلب اور انجمن صحافیاں کے کردار کی معترف وممنون ہے بلکہ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارے اخبارنویس دوست

آئندہ بھی مشنری جذبے سے ہماری سرپرستی کریں گے۔

شیخ محمد اسلم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجلس احرارِ اسلام اپنے بانی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے لے کر آج تک استعماری قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہے اور صحافیوں کے لیے یہ بڑا اعزاز ہے کہ چیچہ وطنی میں انجمن صحافیاں کے اوّلین بانی مرحوم اللہ رکھا کا تعلق بھی مجلس احرارِ اسلام سے تھا۔ انھوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام اللہ کے مجاہدوں کی جماعت ہے اور ان کے ساتھ صحافتی تعاون ہمارے لیے آخرت کا ذریعہ بنے گا۔

ایس اے ساجد نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت، ردّ قادیانیت اور اسلامی اقدار کے دفاع کے لیے صحافی برادری نہ صرف صحافتی میدان میں بلکہ ہر طرح سے مجلس احرار اسلام کے ساتھ تعاون کرے گی۔ انھوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام نے اس علاقے میں تعلیمی وتحریکی طور پر جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور باوقار اسلوب کو رواج دیا ہے، تمام صحافی اس کے معترف اور معاون ہیں۔ رانا عبداللطیف نے کہا کہ مجلس احرار اسلام نے اس علاقے میں اسلامی تعلیمات کی ترویج واشاعت عقیدۂ ختم نبوت اور تحفظ ناموسِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے سلسلے میں مسلسل جو تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے، وہ پورے علاقے کا اثاثہ ہے اور صحافی برادری مجلس احرار اسلام کے جرأت مندانہ دینی واجتماعی کردار کو سلام پیش کرتی ہے۔

بزرگ صحافی اور تقسیم ملک سے پہلے کے مشہور احرار کارکن غلام رسول راہی نے اپنی یادداشتوں کے حوالے سے کہا کہ احرار نے ہندوستان سے انگریز سامراج کے انخلاء کے لیے قربانیوں کی نئی تاریخ رقم کی اور ٹوڈیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ احرار نے کبھی مفادات کی سیاست نہیں کی۔ قبل ازیں جب پریس کلب اور انجمن صحافیاں کے عہدیداران واراکین دفتر مجلس احرار اسلام پہنچے تو احرار کارکنوں نے ان کا بھرپور استقبال کیا۔

جنرل پرویز نے اسلام کے خلاف ''آرڈیننس فیکٹری'' کھول رکھی ہے: قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری

بورے والا (۲۲ر جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ آج تک خطۂ ارضی پر کسی مسلمان حکمران کو اللہ کی حدود کو تبدیل کرنے کی جرأت نہیں ہوئی مگر موجودہ حکمرانوں نے حدود کو تعزیرات میں تبدیل کر کے خدا کے قہر کو دعوت دی ہے۔ آئین پاکستان میں واضح طور پر درج ہے کہ کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا مگر صدر جنرل پرویز مشرف نے آرڈیننس فیکٹری کھول رکھی ہے جو اسلام کے خلاف بے پناہ اسلحہ بنا رہی ہے۔ اس آرڈیننس فیکٹری کے حملے کو ملک کی سیاسی اور دینی تنظیموں کے اتحاد کے ذریعے روکا جاسکتا ہے۔

ان خیالات کا اظہار انھوں نے مدرسہ ختم نبوت بورے والا میں مقامی صحافیوں سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر مجلس احرار کے مقامی رہنما صوفی عبدالشکور احرار، قاری ظہور احمد، رانا خالد محمود ضیاء بھی موجود تھے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ اگر اس وقت دینی، سیاسی جماعتیں متحد نہ ہوئیں اور استحکامِ پاکستان اور اسلامی آئین کے تحفظ کے لیے کوشش نہ کی گئی تو آنے والی نسلیں اچھے ناموں سے یاد نہیں کریں گی۔ انھوں نے کہا کہ مجلس عمل نے ایل ایف او کے مسئلے پر حکومت کی حمایت کر کے جو سیاسی غلطی کی تھی اس کی سزا آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔

قائدِ احرار نے ۲۰ر جنوری کو چک نمبر ۲۵۵ کی مسجد عثمانیہ میں حاجی سمیع اللہ، محمد نعیم اور حاجی غلام محمد کی دعوت پر

اجتماع سے خطاب کیا جبکہ ۲۱رجنوری کو چک نمبر ۲۶۵۔ای بی۔ میں حافظ حفیظ اللہ اور چودھری محمد اختر کی دعوت پر اجتماع سے خطاب کیا۔اس موقع پر مجلس ذکر بھی منعقد ہوئی۔۲۱رجنوری بعد نماز عشاء چودھری نوید احمد اور دوسرے دن حاجی غضنفر مبین کے ہاں دعوت پر گئے۔آپ نے مدرسہ ختم نبوت بورے والا میں قیام کیا۔

مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے زیر اہتمام جامع مسجد ختم نبوت مسلم چوک میں یومِ شہادت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے موضوع پر جمعتہ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام کے رہنما حافظ عبدالرحیم نیاز چوہان نے کہا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری دولت اسلام کے فروغ کے لیے قربان کردی۔شہیدِ مدینہ کو چالیس دن تک کھانا پینا نہ دیا گیا اور شہادت کے بعد منافقین نے شہیدِ مدینہ کے جنازے پر پتھر برسائے۔انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیا۔اس موقع پر مولانا فقیر اللہ رحمانی چوہان، مولوی محمد یعقوب، حافظ عطاء الرحمٰن حقانی کے علاوہ دیگر احرار کارکن بھی موجود تھے۔

عبداللطیف خالد چیمہ کی خانقاہ سراجیہ حاضری

چیچہ وطنی (۲۴رجنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ نے ۲۴رجنوری کو خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔مجلس احرار اسلام کی جانب سے نئی طبع شدہ کتاب ''قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف'' حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی کا سلام بھی پہنچایا۔جاوید اقبال چیمہ، محمد آصف چیمہ اور عزیزی محمد قاسم بھی ہمراہ تھے۔خالد چیمہ نے صاحبزادہ عزیز احمد، صاحبزادہ خلیل احمد اور صاحبزادہ نجیب احمد کے علاوہ جناب حامد سراج سے بھی ملاقات کی اور ان حضرات کی خدمت میں بھی ''قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف'' محبت کے ساتھ پیش کی۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۲۵رجنوری) شہیدِ ناموسِ رسالت حضرت مولانا محمد اعظم طارق کے فرزند مولانا محمد معاویہ اعظم ۲۵رجنوری کو دفتر احرار چیچہ وطنی تشریف لائے۔عبداللطیف خالد چیمہ، سید رمیز احمد، مولانا منظور احمد، قاری محمد قاسم، حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر اور دیگر حضرات سے تبادلۂ خیال کیا۔مولانا عثمان حیدر اور دیگر کئی حضرت بھی اُن کے ہمراہ تھے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

4 فروری 2007ء
اتوار بعد نماز مغرب

دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور　فون: 042-5865465

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **لوامع دُرّیہ فی حل فوائد مکیہ**　　مؤلف: قاری حبیب الرحمٰن مدظلہ

ضخامت: ۸۸ صفحات　قیمت: درج نہیں　　ناشر: جامعہ صدیقیہ توحید پارک لاہور

قرآن مجید کو علم تجوید کے اصولوں کے مطابق پڑھنا اور ان اصولوں سے آگاہی حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس بنا پر علم تجوید کی اسلام میں بہت اہمیت ہے۔

اپنے طرزِ عمل کی بنا پر یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ جناب مؤلف اس اہمیت سے واقف بھی ہیں اور اس کے قدر دان بھی۔ چنانچہ آپ علم تجوید پر باقاعدگی سے شائع ہونے والے ایک ماہنامہ ''القاری'' کے مدیر بھی ہیں۔ علم تجوید پر تین عدد کتب کے مؤلف بھی اور عملی میدان میں ایک قاری یعنی علم تجوید کے ماہر استاذ بھی۔

آپ کی زیرِ نظر کتاب ایک نفسیات دان استاذ کے قلم سے نکلا ہوا ایسا نثر پارہ ہے جو یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اسے اپنے کم عمر معصوم طلباء کے ذہنوں میں اٹھنے والے تمام اشکالات کے حل اِنھیں کیسے سمجھانے ہیں۔ کتاب نہایت ہی سہل سوال جواب کے انداز میں لکھی گئی ہے۔ اصل میں یہ درسِ نظامی میں شامل ایک کتاب ''فوائدِ مکیہ'' کی تسہیل ہے۔ کتاب مجموعی طور پر ''فوائدِ مکیہ'' کے طلباء، اساتذہ اور علم تجوید کے عمومی شائقین کے لیے ایک لاجواب تحفہ ہے۔

● **وفا شعار خواتین**　　تالیف: مشتاق احمد

ضخامت: ۸۴ صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ناشر: ابوہریرہ اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

عورت اور اسلام کا موضوع ہمیشہ سے مستشرقین، معترضین اور اسلام میں خامیاں ڈھونڈنے والوں کے لیے من بھاتا رہا ہے۔ فاضل مؤلف نے چند مسلمان خواتین کی وفا شعاری کے چند واقعات جمع فرمائے ہیں تو شاید ان کے پیشِ نظر اس مسلمان عورت کو خراجِ تحسین پیش کرنا ہے جو اِن معترضین کے بظاہر عقلی دلائل اور بظاہر خوش نما نعروں کے باوجود بھی اپنی دلکش اسلامی قدر، وفا شعاری کو نہیں چھوڑتی۔

یہ کتاب مختلف کتابوں سے چنے ہوئے پھولوں پر مشتمل ایک گلدستہ ہے لیکن معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ایک واقعہ جو کم از کم میری نظر میں اس گلدستے کے مجموعی تأثر کے لیے بدنما ہے۔ اور یہ واقعہ ہے فاطمہ بنت ضحاک کلابیہ کا۔ میں اُسے نقل نہیں کرنا چاہتا۔ یہ کتاب کے صفحہ نمبر ۳۶ پر موجود ہے اور اسے فاضل مؤلف نے PSO ریویو کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ جب وہاں مراجعت کی گئی تو اس کے محترم مصنف نے اسے ''تاریخ ابن کثیر'' سے نقل کیا ہے۔ ہماری ایک عاجزانہ درخواست ہے کہ کسی بھی صحابی یا صحابیہ سے متعلق کوئی ایسا واقعہ یا قصہ جس سے اس پاک ہستی کی شان میں تنقیص کا شائبہ بھی ہو۔ اس کے لیے کم از کم بھی دلیل قرآن و حدیث کی سطح کی ہونی چاہیے نہ کہ تاریخ جو محض اچھے

اور برے واقعات کا ایک ملغوبہ ہے۔ جس میں سے اچھے شناور موتی ہیرے پاتے ہیں اور اناڑی یا کم ہمت غوطہ خوروں کے ہاتھ صرف کنکر پتھر ہی لگتے ہیں۔ ویسے بھی وفا شعاری کی داستانوں میں ایک بے سروپا، غیر مشہور، بے وفائی کے قصے کو درج کرنا ذرا بے ڈھب محسوس ہوتا ہے۔

فاضل مرتب کا یہ انتخاب جذبۂ عقیدت ومحبت کا غماز ہے لیکن ایسے انتخاب وچناؤ میں تحقیقی ذوق واحتیاط کی بہت اہمیت ہے۔ اس لیے کہ یہ معاملہ صرف عقیدت ومحبت کا ہی نہیں بلکہ اس کا تعلق ایمانیات سے بھی ہے۔ مرتب کتاب کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ اشاعت میں مذکورہ حصے کو حذف کر دیا جائے۔

● **غازی عامر چیمہ شہید**　　　مرتب: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ضخامت: ۲۴۵ صفحات　　　قیمت: ۱۵۰ روپے　　　ناشر: مکتبہ ختم نبوت اردو بازار لاہور

شاعر نے کہا ہے کہ

عقل جب ہوش سنبھالے تو بنے جذبۂ عشق
اور عشق جب رنگ پہ آتا ہے جنوں ہوتا ہے

اور

پرواز خرد کیا ہے نری پست خیالی
اے ہمت عالی مجھے دیوانہ بنا دے

زیرِ تبصرہ کتاب ایک ایسے ہی جذبۂ عشق دیوانگی اور جنوں کی صفات حمیدہ سے متصف شخص کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ غازی عامر چیمہ شہید بلاشبہ فخرِ پاکستان تھا۔ اس نے اس گئے گزرے دور میں بھی اسلامیان پاکستان بلکہ میں تو کہوں گا کہ اسلامیان عالم کی لاج رکھ لی ہے۔ قابل تبریک ہیں ہمارے مخدوم مولانا اسماعیل شجاع آبادی جنھوں نے اس خوشبودار موضوع پر قلم اٹھایا۔ فاضل مرتب نے غازی عامر چیمہ شہید کے موضوع پر اخبارات میں چھپنے والی تمام خبریں اور مضامین وکالم وغیرہ جمع کر کے مستقبل کے مورخ اور محقق کے لئے نہایت آسانی پیدا کر دی ہے۔ لیکن اس کتاب میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ اس موضوع پر ہر وقیع اور مضبوط مضمون کو شامل کیا گیا ہے۔ اس لئے بعض جگہوں پر معلومات کی تکرار کے باعث قاری اپنی دلچسپی کھو بیٹھتا ہے۔ بہر حال مجموعی طور پر کتاب لائق دید اور قابل مطالعہ ہے۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

● **مجلّہ ''ندائے حق''، فیصل آباد**　　　سلسلہ اشاعت: ۲　　　رابطہ: کلیۃ القرآن والحدیث ۴۳۳ جناح کالونی فیصل آباد

اس وقت ملک کے مختلف شہروں سے دینی رسائل وجرائد کثیر تعداد میں شائع ہو رہے ہیں۔ ان کے معیاری وغیر معیاری ہونے کا فیصلہ تو قاری نے ہی کرنا ہوتا ہے۔ صحافت عوام سے رابطے کا ایک مؤثر شعبہ اور ذریعہ ہے۔

مجلّہ ''ندائے حق'' مسلک اہل حدیث کا ترجمان ہے۔ جو اکہتر سال پہلے شائع ہونے والے مجلّہ ''اشاعت السنۃ'' کی صدائے بازگشت ہے۔ یہود ونصاریٰ کے مذموم مقاصد، تعلیم کے نام پر مسلمانوں کے خلاف سازشیں، دینی مدارس اور اُن کی اصلاح، اکابر اہل حدیث اور تحریک اہل حدیث اس شمارے کے خاص موضوعات ہیں۔ حکیم خالد اشرف

(مدیر اعزازی) ایک منجھے ہوئے قلم کار ہیں۔ اور وہ عصر حاضر میں دینی صحافت کے تقاضوں سے بھی خوب واقف ہیں۔ امید ہے کہ مجلّہ ''ندائے حق'' اُن کی ادارت میں صحافی سفر کامیابی سے طے کرے گا۔ (تبصرہ: محمد الیاس)

● جمالِ انور (تذکرہ وسوانح)　　تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت:: ۳۰۰ صفحات　قیمت: درج نہیں ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ (سرحد)

فخر المحدثین حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی نابغہ شخصیت اہل علم کے لیے کسی تعارف کی محتاج نہیں لیکن نئی نسل کو اُن سے متعارف کرانا اہل علم ہی کی ذمہ داری ہے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ دارالعلوم (دیوبند) کے صدر المدرسین رہے۔ وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن اموی رحمتہ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے۔ استاد اور شاگر دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل سے نوازا تھا۔ حسن اتفاق ہے کہ شیخ الہند اور علامہ کشمیری دونوں کے شاگردوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم نافع، تقویٰ، للّٰہیت، خلوص اور دین کی نسبت سے نام وری عطاء فرمائی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے تھے اور اپنے جلیل القدر استاذ کی جانشینی کا حق ادا کرنے والے تھے۔ حدیث اور فقہ کی خدمت کے ساتھ ساتھ انہوں نے دین اسلام کے خلاف اٹھنے والے باطل فتنوں کی سرکوبی اور محاسبہ میں بھی کوئی کمی نہ چھوڑی۔ فتنۂ قادیانیت کا محاسبہ کرنے والی اوّلین جماعت مجلس احرار اسلام کے قیام میں نہ صرف حضرت علامہ کشمیریؒ کا مشورہ وایماء شامل تھا بلکہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو ''امیر شریعت'' مقرر فرما کر احرار کی مکمل سرپرستی فرمائی۔ علماء تو آپ کے علم وفضل کے معترف تھے ہی، جدید طبقہ میں علامہ اقبال جیسی شخصیت بھی آپ سے بے حد متاثر تھی۔

مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے اکابر کے احوال مرتب کر کے نئی نسل تک پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ حضرت کے ابتدائی احوال سے لے کر وفات تک کے واقعات کو نہایت اختصار اور سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے۔ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ کے ایک مضمون کو مقدمہ کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ ایک خوبصورت کتاب، ہم فکر احباب کے لیے انمول تحفہ ہے۔ (تبصرہ: سید محمد کفیل بخاری)

۱۰ سال میں فرانس، برطانیہ کے ایک لاکھ شہریوں نے اسلام قبول کیا: اسرائیلی مؤرخ

تل ابیب (اے این این) پچھلے ۱۰ سالوں میں فرانس اور برطانیہ کے ایک لاکھ شہریوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یورپ کا نقشہ تیزی سے بدل رہا ہے اور ۲۵ سال کے اندر یورپی مسلمانوں کی تعداد ۶ کروڑ ہو جائے گی۔ یہ بات اسرائیلی تاریخ دان اور ہیبرو یونیورسٹی کے پروفیسر رافل اسرائیلی نے اپنی تصنیف ''یورپ پر تیسرا اسلامی حملہ'' میں تحریر کی ہے۔ پروفیسر رافل اسرائیلی کے مطابق یورپ میں اس وقت ۳ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ فرانس اور برطانیہ میں گزشتہ ۱۰ سالوں میں ایک لاکھ شہری مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو آئندہ ۵۰ سال کے اندر یہ علاقہ ''یوروعربیہ'' بن جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی یورپ کے لیے باعثِ تشویش ہے۔　(روزنامہ ''خبریں'' ملتان۔ ۱۵ر جنوری ۲۰۰۶ء)

ادارہ

اناللہ وانا الیہ راجعون

مسافرانِ آخرت

☆مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے ناظم دعوت وارشاد حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر کے چچا جناب عبدالخالق ڈوگر ۶ رجنوری ۲۰۰۷ء کوانتقال کر گئے ۔ مرحوم، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے قدیم و بے تکلف دوستوں میں سے تھے ۔

☆ چیچہ وطنی چک نمبر ۴۸ ۔۱۲ ایل میں جماعت کے قدیم معاون محترم ماسٹر غلام طاہر کی اہلیہ ۹ ردسمبر کوانتقال کر گئیں ۔

☆ ملتان میں ہمارے معاون ومہربان امان اللہ شیخ صاحب کی خوش دامن صاحبہ دسمبر ۲۰۰۶ ءکورحلت کر گئیں ۔

☆ ملک وزیر اعوان ایڈووکیٹ مرحوم (ملتان) ☆ مولوی عبدالسلام مرحوم ملتان ۔ ۱۱ رجنوری ۲۰۰۶ ء

☆مولانا گل شیر شہیدؒ کے نواسہ مفتی ہارون مطیع اللہ کی پھوپھی اور مولانا عطاء اللہ مرحوم کی ہمشیر ۶ رجنوری ۲۰۰۷ءکوانتقال کر گئیں ۔

☆ مولانا عطاء اللہ مرحوم (ملہووالی) کے ماموں جناب محمد صاحب اور ملہووالی کے ایک دیندار حاجی عبداللطیف صاحب دکاندار گزشتہ ماہ انتقال کر گئے ۔ مرحومین خانوادۂ مولانا گل شیر شہیدؒ سے تعلق اور بے انتہا عقیدت رکھتے تھے ۔

☆مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے معاون محمد الیاس ڈوگر کے والد محمد طفیل ڈوگر ۲۱ رجنوری کوانتقال کر گئے ۔

☆ محمد جاوید مرحوم (جواں سال بھانجا، محمد الیاس میراں پوری) ۲۰ رجنوری ۲۰۰۷ء ۔ بروز ہفتہ، میلسی

☆ چودھری عبداللطیف مرحوم: جناب حافظ محمد عرفان اور بھائی فرقان کے ماموں، جامع مسجد گل شاہ (ملتان) کے خادم اور ہمارے کرم فرما تھے ۔ انتقال ۲۴ رجنوری ۲۰۰۷ء

جناب حکیم شیخ نجم الہدیٰ کو صدمات:

وزیر آباد میں ہمارے دیرینہ کرم فرما گزشتہ ماہ سے لے کر اب تک صدمات کی زد میں ہیں ۔ ۱۸ ردسمبر ۲۰۰۶ء کو ان کی ہمشیر انتقال کر گئیں ۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد ان کی ممانی ساس صاحبہ انتقال کر گئیں ۔ اور دو دن بعد سسر صاحب ۹ رجنوری ۲۰۰۷ ء انتقال کر گئے ۔ ۱۲ رجنوری ۲۰۰۷ءکو اہلیہ انتقال کر گئیں ۔

ادارہ تمام احباب کے غم میں برابر کا شریک ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور تمام مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ۔ (آمین)

دعائے صحت

☆ ماہنامہ ’’مسیحائی‘‘ (کراچی) کے مدیر اعلیٰ جناب مخدوم زادہ احمد خیر الدین انصاری عارضہ قلب میں مبتلا ہیں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے ۔ (آمین)

ماہنامہ القاسم
کی دسویں
خصوصی اشاعت

تعارف و تبصرۂ کتب نمبر یعنی

حقانی تبصرے

2006ء میں ماہنامہ القاسم کو موصول ہونے والی تقریباً 200 جدید مطبوعات پر

مولانا عبدالقیوم حقانی کی قلم سے تبصرہ و تعارف

فروغِ علم و ادب، ذوقِ مطالعہ اور ترویجِ کتاب کی ایک ادنیٰ سی کوشش، قرآنیات، تفسیر و حدیث، فقہ و احکام، حِکَم و مصالح، سیرت، خاندانِ نبوت، تذکارِ صحابہؓ، تذکرہ و تاریخ، سوانح، درسی کتب، تعلیقات و شروحات، مضامین، مقالات و مکتوبات، مواعظ و خطبات، رسائل و جرائد، خصوصی اشاعتیں، ادبیات اور ردِ فرقِ باطلہ اور دیگر اہم موضوعات پر تیرہ (۱۳) ابواب پر مشتمل۔

اپنی نوعیت کی پہلی عظیم علمی دستاویز، رسائل و جرائد اور اسلامی صحافت کی دنیا میں پہلی منفرد کاوش

صفحات تقریباً 300، مضبوط جلد بندی، ہدیہ صرف 150 روپے۔ قارئین اگر 300 روپے یا اسی مالیت کی ڈاک ٹکٹ بھیج دیں تو مندرجہ بالا خصوصی اشاعت سمیت ایک سال کے لئے ماہنامہ القاسم بھی حاضرِ خدمت ہوتا رہے گا۔

ماہنامہ "القاسم" جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

فون : 0923-630237 .... موبائل : 0333-9102770

تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953ء کے شہداء کی یاد میں

سالانہ ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد بلاک نمبر 12
چیچہ وطنی

15 مارچ 2007ء
جمعرات بعد نماز عشاء

زیر صدارت

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

کانفرنس ان شاء اللہ تعالیٰ روایتی تزک و احتشام اور جوش و خروش کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے۔ تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کرام، دینی و سیاسی جماعتوں کے رہنما، وکلاء و دانشور اور ممتاز صحافی خطاب فرمائیں گے۔

احرار کارکن اور علاقہ کے عوام پورے ذوق کے ساتھ کانفرنس میں شریک ہوں

✆ 040-5482253

شعبہ نشریات

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام چیچہ وطنی

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ — امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی

سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ

28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ھاشم مہربان کالونی ملتان

- دارالقرآن
- دارالحدیث
- دارالمطالعہ
- دارالاقامہ

کی تعمیر میں حصہ لیں

الحمدللہ

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

2004ء میں مدرسہ سے ملحق ایک مکان خریدا گیا
جس میں اب دارالقرآن، دارالحدیث اور دارالمطالعہ کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ احباب سے اپیل ہے کہ حسبِ سابق نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

الداعی الی الخیر — ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری — امیر مجلس احرار اسلام پاکستان